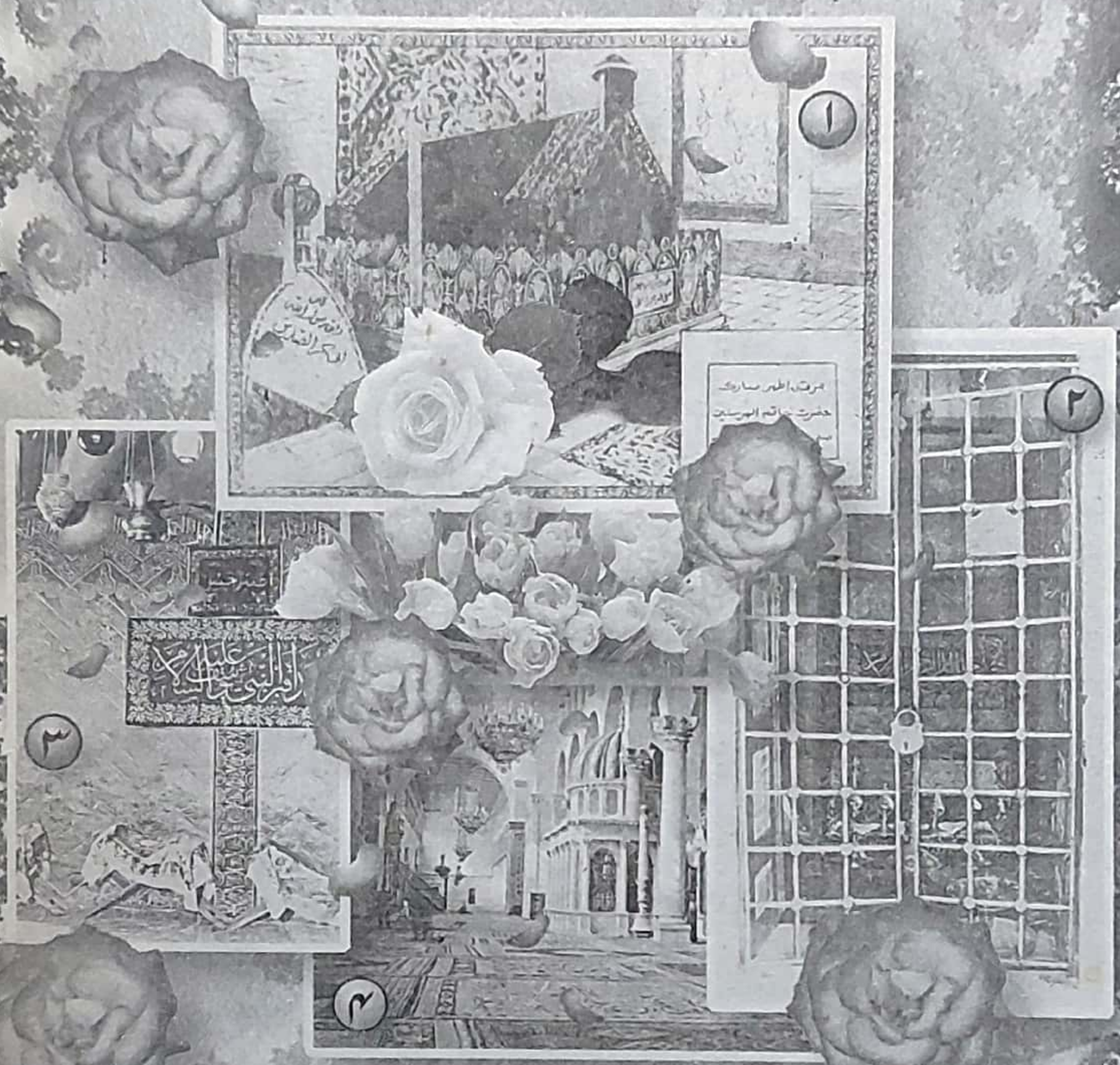
قبر کے احکام و آداب



کوکب نورانی اوکاڑوی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

قبر کے احکام و آداب



کوکب نورانی اوکاڑوی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

نام کتاب	قبر کے احکام وآداب
مصنف	علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی
مرتبہ	مولانا اوکاڑوی اکادمی العالمی
	53۔بی سندھی مسلم ہاؤسنگ سوسائٹی
	کراچی۔74400، پاکستان
اشاعت	جنوری 2004ء
تعداد	دو ہزار
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
کمپیوٹر کوڈ	1Z141
قیمت	-/39 روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔7221953 فیکس:۔042-7238010

9۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔7225085-7247350

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:۔021-2212011-2630411۔ فیکس:۔021-2210212

e-mail:- zquran@brain.net.pk

Website:- www.ziaulquran.com

باسمہ وبحمدہ تعالیٰ

پیش گفتار

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب۔ (سورہ الحج آیت نمبر ۳۲) جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔ قرآن کریم ہی میں بیان ہوا: ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ۔ (سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۵۸) بے شک صفا و مروہ (پہاڑیاں) اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ سبھی اہل ایمان بخوبی جانتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں کعبۃ اللہ کے پڑوس میں دو پہاڑیوں (صفا و مروہ) پر اللہ تعالیٰ جل شانہ کی مقبول بندی حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے قدم آئے۔ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کی مقبول بندی کے قدم آجائیں وہ جگہ شعائر اللہ میں سے ہو جاتی ہے اور اس کی تعظیم واجب ہو جاتی ہے تو جہاں اللہ کے مقبول بندے کا تمام وجود ہو، اس جگہ کی برکت و عظمت کا کیوں کر انکار ہو سکتا ہے؟ بیان القرآن میں جناب اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ مسجد اقصیٰ کے ارد گرد برکتوں سے مراد انبیاء کرام علیہم السلام کی قبریں اور ان کے مزارات ہیں۔ کنز العمال ص ۳۹۲ / ۳ (مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۹۵۰ء) میں روایت موجود ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر مبارک پانی میں آ گئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی حکم فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا جسد مبارک وہاں سے نکال کر بیت المقدس میں

لے جائیں۔ اگر بزرگوں کی قبروں کا محفوظ رکھنا ضروری نہیں تو قبروں کی بابت جس قدر احکام ہیں وہ سب فضول قرار پائیں گے۔ احادیث شریفہ میں واضح بیان ہے کہ جس چیز سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے اس سے مردے کو بھی اذیت ہوتی ہے۔ قبر پر پاؤں رکھنے اور روندنے کی سخت ممانعت بیان ہوئی ہے اور قبروں کی زیارت کا نبی کریم ﷺ نے حکم دیا ہے، چناں چہ حدیث شریف ہے: کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا۔ (بخاری شریف) رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں میں تمہیں منع کرتا تھا قبروں کی زیارت سے پس (اب حکم دیتا ہوں کہ) ان کی زیارت کیا کرو۔ اس حدیث شریف میں مرد و عورت دونوں کو حکم دیا گیا ہے لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (م ۵۷ھ) فرماتی ہیں کہ جس طرح نبی پاک ﷺ نے عورتوں کو نماز کے لئے مسجد میں آنے کا فرمایا تھا مگر اب (ان کے پردہ فرمانے کے بعد) جو باتیں عورتوں نے پیدا کی ہیں انہیں دیکھ کر نبی پاک ﷺ عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے ضرور منع فرما دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں منع کر دی گئیں۔ (بخاری شریف، ص ۱۰۴۷/۲۔ مسلم شریف، ص ۱۸۳) اس بنیاد پر فقہاء نے فرمایا کہ بہتر یہی ہے کہ عورتیں قبروں کی زیارت کو نہ جائیں، اگر جائیں تو بے پردہ اور بغیر محرم کے نہ جائیں اور زیارت قبر کے وقت خود پر قابو رکھیں، اپنی آواز تک بلند نہ کریں اور کسی طرح بے پردہ نہ ہوں، کیوں کہ ادب اور حیا اسی طرح بعد وفات بھی باقی ہے، چناں چہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول کریم ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کرتیں تو پردہ نہ کرتیں کہ وہ ان کے شوہر کا روضہ مبارک تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ (م ۱۳ھ) وہاں مدفون ہوئے تو وہ پردہ نہ کرتیں کہ وہ ان کے باپ تھے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ (م ۲۳ھ) وہاں دفن ہوئے تو وہ پورے سراپا کو چھپا کر زیارت فرماتیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

حیا کرتیں۔ (مشکوٰۃ، ص ۱۵۴۔ التکشف، ص ۶۶۳)

امام شافعی رضی اللہ عنہ (المتوفی ۲۰۴ھ) کا بیان ہے کہ وہ امام اعظم رضی اللہ عنہ (المتوفی ۱۵۰ھ) کے مزار شریف کی زیارت کو جایا کرتے تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مذہب کے مطابق کرتے اور فرماتے کہ مجھے حیا ہوتی ہے کہ میں امام اعظم کے سامنے ان کے خلاف کروں۔ (المیزان الکبری، مطبوعہ مصر، ص ۶۱/۱۔ منسک متوسط مع ارشاد الساری، مطبوعہ بیروت، ص ۳۴۲)

رسول کریم ﷺ خود زیارت قبور کے لئے تشریف لے جاتے، جنۃ البقیع میں اور شہدائے احد کی زیارت کے لئے جانے کی روایات موجود ہیں اور اپنی والدہ ماجدہ کی قبر شریف کی زیارت کے لئے گئے، سفر معراج میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے گزر کا ذکر احادیث میں ہے، شب برأت میں قبرستان جانے کا خصوصی ذکر ہے۔

بڑے بڑے اماموں اور فقیہوں نے زیارت قبور اور آداب قبور کے بارے میں اپنی تحریریں یادگار بنائیں جو آج اہل ایمان کے لئے سرمایہ ہیں۔ برصغیر میں اہل سنت و جماعت کے مقتدر پیشوا اور مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۳۴۰ھ) کے فتاویٰ رضویہ اور متعدد رسالوں سے یہ تمام سرمایہ فتاویٰ رضویہ (جدید) کی جلد نہم میں یکجا کر دیا گیا ہے جو اہل علم اور اہل ذوق کے لئے گراں قدر تحفہ ہے۔

اس فقیر خادم اہل سنت (کوکب نورانی اوکاڑوی غفرلہ) نے قبر کے احکام و آداب وغیرہ کے حوالے سے آیات و احادیث اور ائمہ و علماء اسلام کے اقوال بھی بلا تبصرہ و وضاحت کسی قدر تحریر کئے ہیں اور کوشش کی ہے کہ اس مختصر تحریر میں ضروری باتیں شامل ہو جائیں۔ اس تحریر میں جن احکام و مسائل کا بیان ہے ان کا خلاصہ یہ ہے:

☆ مسلمان زندہ ہو یا مردہ، وہ قابل تعظیم و تکریم ہے۔

☆ انسان کی ابتدا مٹی سے ہوئی اور اسے مٹی ہی میں بالآخر پوشیدہ ہونا ہے یعنی وفات کے بعد مسلمان کے جسم کو زمین میں دفن کرنا چاہیے۔

☆ دفن کرنے کا طریقہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعلیم کیا گیا۔

☆ مردے کو جلانا نہیں چاہیے۔

☆ موت کے بعد کی دنیا کا نام برزخ ہے جس کے معنی پردے کے ہیں۔

☆ اگر کسی جسم کو موت کے بعد جلا دیا گیا یا پانی میں بہا دیا گیا یا وہ جانوروں کی غذا ہو گیا تو یوں بھی وہ زمین ہی کا حصہ ہوا۔

☆ قبر کے گڑھے کا نام ہی برزخ نہیں۔

☆ قبر کے معنی دفن کی جگہ کے ہیں۔

☆ مردہ جسم کو قبر میں دفن کرنا اس کی عزت و تکریم اور اس کے لئے نعمت ہے۔

☆ مسلمان کی قبر برے ہمسایہ میں نہیں ہونی چاہیے۔

☆ قبر کو گندگی سے بچانا چاہیے۔

☆ قبر کے سرہانے پہچان اور نشانی کے لئے پتھر وغیرہ لگایا جا سکتا ہے۔

☆ بزرگوں کی قبر کے اطراف زائرین کی سہولت کے لئے عمارت بنائی جا سکتی ہے۔

☆ اولیاء، علماء اور سادات کی قبروں پر گنبد بنائے جا سکتے ہیں۔

☆ کسی کی غصب کی ہوئی زمین میں تدفین نہیں ہونی چاہیے۔

☆ اگر کوئی زمین کا مالک ہے تو اس کی رضا و اجازت کے بغیر وہاں تدفین نہیں ہو سکتی اگر ہو جائے تو مالک صرف اپنی زمین میں بنی ہوئی بے اجازت اس قبر کو وہاں سے ہٹا سکتا ہے اگر وہ نہ ہٹائے تو اس کے لئے ثواب ہے۔

☆ قبر میں دفن کر دینے کے بعد قبر کھودنا جائز نہیں۔

☆ قبر کی مٹی بکھر جائے یا قبر کھل جائے تو اسے مٹی دے کر بند کرنا چاہئے۔

☆ دفن شدہ جسم (نعش) کو قبر سے نکالنا جائز نہیں۔

☆ کسی اور جگہ دوبارہ دفنانے کے لئے بھی نعش نکالنا یا قبر کھودنا جائز اور درست نہیں یعنی امانت کے طور پر دفن کرنا شرعاً غلط ہے۔

☆ جس بات یا کام سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے اس سے مردے کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔

☆ مردوں کو اذیت پہنچانا جائز نہیں کم بختی و خرابی کا موجب ہے۔

☆ قبر پر پاؤں رکھنا، چلنا یا پشت لگا کر بیٹھنا جائز نہیں۔

☆ قبر والے سنتے ہیں، پہچانتے ہیں، سلام کا جواب دیتے ہیں۔

☆ قبرستان میں نیا راستہ چلنے کے لئے نکالا جائے تو اس پر چلنا حرام ہے اس وجہ سے کہ اس راستے کے نیچے قبریں ہوتی ہیں۔

☆ قبروں کو برابر کر کے ان کے اوپر رہائش رکھنا سخت برا ہے۔

☆ قبروں والوں کو اپنے عزیزوں اور جاننے والوں کے آنے سے انس ہوتا ہے۔

☆ قبروں کو محض مٹی کا تودہ سمجھنا غلط ہے۔

☆ زیارت قبور کے لئے سفر منع نہیں بلکہ بغیر سفر کے زیارت نہیں ہوتی۔ حدیث لاتشد الرحال الخ کو سفر زیارت سے کوئی علاقہ نہیں۔

☆ زیارت قبور کا حکم ہے، زیارت کرنی چاہئے۔

☆ عورتوں کو ان کی غلط باتوں اور عادتوں کی وجہ سے زیارت قبور سے منع کیا گیا ہے اگر وہ صبر اور حیا کی پابندی کریں تو زیارت کر سکتی ہیں۔

☆ بزرگوں کی قبروں سے برکت پانے کا عقیدہ غلط نہیں۔

☆ اللہ والوں کی قبر کو چھونا یا چومنا جائز اور سعادت ہے۔

☆ قبروں پر آگ نہیں جلانی چاہئے یعنی اگر بتی یا چراغ وغیرہ۔ اگر زائرین اور خوش بو کے لئے اگر بتی یا روشنی کے لئے موم بتی وغیرہ جلائی جائے تو اسے قبر کے اطراف خالی جگہ سلگایا جائے۔

☆ قبروں پر درختوں کی ترشاخیں یا تازہ پھول ڈالنا مفید اور باعث رحمت ہے۔

☆ زیارت قبور کا طریقہ یہ ہے کہ جا کر پہلے سلام کیا جائے اور قرآن کریم سے کچھ سورتیں تلاوت کر کے ایصال ثواب کیا جائے۔

☆ قبر کے بالکل سامنے نماز نہیں پڑھنی چاہئے کوئی دیوار یا پردہ وغیرہ درمیان میں حائل ہو تو جائز ہے۔

☆ قبر والے کا ادب اور اس سے حیا موت کے بعد بھی باقی ہے۔

☆ موت بالکل ختم ہو جانے کا نام نہیں بلکہ دنیا سے عالم برزخ میں انتقال کا نام ہے۔

☆ قبروں میں بہت سے جسم محفوظ رہتے ہیں یعنی خاص لوگوں کے جسم مٹی میں گلتے سڑتے اور ختم نہیں ہوتے۔

☆ اولیاء و صلحاء کی قبور سے نفع اور فائدہ لینا جاری ہے اور بعد وفات بھی اولیاء مدد کرتے ہیں۔

قارئین کرام! فتاویٰ رضویہ (جدید) کی جلد نہم سے جو عبارات میں نے نقل کی ہیں ان عبارات پر فتاویٰ رضویہ جدید میں درج اصل کتابوں کے حوالے درج کئے ہیں۔ علاوہ ازیں میں نے کوشش کی ہے کہ ہر عبارت کے ساتھ کتاب کا نام اور صفحہ نمبر وغیرہ بھی درج کروں تاکہ اہل تحقیق اصل کتاب میں عبارت دیکھنا چاہیں تو انہیں آسانی ہو۔ غیر مقلدین اور وہابی علمائے دیوبند کی عبارات بھی تائید میں پیش کی ہیں۔ یہ فقیر اس موضوع پر کچھ برس پہلے "مزارات و تبرکات اور ان کے فیوضات" کے نام

سے ایک کتاب ہدیہ قارئین کر چکا ہے، میرے والد گرامی علیہ الرحمہ کے رسائل درس توحید، راہ حق اور ثواب العبادات بھی اس حوالے سے نہایت عمدہ اور اہم ہیں۔ قارئین سے گزارش ہے کہ مجھ سے کوئی حوالہ نقل کرنے میں سہو ہو گیا ہو یا کوئی اور غلطی املاو عبارت میں ہوئی ہو تو ضرور آگاہ فرمائیں، میں ان کا شکر گزار ہوں گا۔

فقیر! کوکب نورانی اوکاڑوی غفرلہ

کراچی

ماہ محرم ۱۴۲۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم

انسان کی ابتدا مٹی سے ہوئی ہے اور دنیوی زندگی کی مدت پوری ہونے کے بعد اسے مٹی ہی میں پوشیدہ کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد ہے: منھا خلقنکم وفیھا نعید کم ومنھا نخرجکم تارۃ اخری۔ (طٰہ ۵۵) ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا اور اسی (زمین) میں تمہیں پھر لے جائیں گے اور (قیامت کے دن) اسی زمین سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔

تفسیر نور العرفان میں حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی بدایونی (م ۱۹۷۱ء) فرماتے ہیں: "معلوم ہوا کہ بعد موت سب زمین میں ہی جائیں گے یا براہ راست اس میں دفن ہوں گے یا اس طرح کہ جل جاویں یا انہیں شیر وغیرہ کھائے پھر ان کے اجزاء اصلیہ زمین میں رہیں لہٰذا آیت پر کوئی اعتراض نہیں بلکہ جو سمندر میں ڈوب جائیں اور انہیں مچھلیاں کھالیں وہ بھی زمین میں ہی گئے کیوں کہ سمندر کا پانی بھی زمین پر ہے۔" (ص ۵۰۲، مطبوعہ پیر بھائی کمپنی، لاہور)

جناب اشرفعلی تھانوی (م ۱۳۶۲ھ) لکھتے ہیں: "ہم نے تم کو اسی زمین سے ابتدا میں پیدا کیا، چناں چہ آدم علیہ السلام مٹی سے بنائے گئے سو ان کے واسطے سے سب کا مادۂ بعید خاک ہوئی اور اسی میں ہم تم کو بعد موت لے جاویں گے، چناں چہ کوئی مردہ کسی حالت میں ہو لیکن آخر کو گو مدتوں بعد سہی مگر مٹی میں ضرور ملے گا اور قیامت کے روز پھر دوبارہ اسی سے ہم تم کو نکال لیں گے جیسا پہلی بار اسے پیدا کر چکے ہیں۔" (ص ۶۲۲، تفسیر بیان القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور و کراچی)

جسٹس پیر محمد کرم شاہ ازہری فرماتے ہیں: ''حضرت آدم علیہ السلام جو ابوالبشر ہیں جب ان کو مٹی سے پیدا کیا گیا تو گویا ہر انسان کا اصل مٹی ہوا یا اس کی وجہ یہ ہے کہ نطفہ غذا سے تیار ہوتا ہے اور غذائیں زمین سے اگتی ہیں گویا ہر شخص اپنی اصل و نطفہ کے لحاظ سے مٹی سے پیدا کیا گیا ہے پھر مرنے کے بعد قبر میں دفن ہوتا ہے اور قیامت کے روز اسی سے نکالا جائے گا۔'' (ص ۱۱۶، تفسیر ضیاء القرآن، جلد سوم، مطبوعہ لاہور)

غیر مقلد وہابی عالم جناب ثناء اللہ امرت سری فرماتے ہیں: ''سنو! یہ تو کچھ مشکل ہی نہیں اسی میں سے ہم نے تم کو یعنی تمہارے باپ آدم کو پیدا کیا ہے اور اسی میں ہم تم کو بعد موت لوٹا دیتے ہیں اور اسی زمین ہی سے تم کو ایک دفعہ پھر یعنی قیامت کے روز زندہ کر کے نکالیں گے۔'' (ص ۳۷۶، تفسیر ثنائی مطبوعہ ثنائی اکادمی، لاہور)

علامہ قاضی ثناءاللہ پانی پتی (م ۱۲۱۶ھ) فرماتے ہیں: ''یعنی تمہارے باپ آدم کو اور تمہارے جسمانی مادہ کو ہم نے زمین کی مٹی سے بنایا۔ نطفہ غذا سے پیدا ہوتا ہے پس ہر آدمی کے مادۂ تخلیق کی پیدائش زمین سے ہی ہوتی ہے۔ بغوی نے عطاء خراسانی کا قول نقل کیا ہے کہ جس جگہ آدمی دفن ہونے والا ہوتا ہے اسی جگہ کی مٹی فرشتہ لے کر نطفہ پر چھڑکتا ہے پھر اس نطفہ اور مٹی سے آدمی کا جسم بنتا ہے۔ عطاء کے قول کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کی ناف میں وہ مٹی ضرور ہوتی ہے جس سے اس کی پیدائش ہوتی ہے پھر جب وہ اپنی بدترین عمر (بڑھاپے) کو پہنچ جاتا ہے تو جس مٹی سے اس کی تخلیق ہوتی ہے اسی کی جانب لوٹا دیا جاتا ہے اور اسی میں دفن کیا جاتا ہے۔''
(تفسیر مظہری، جلد ہفتم ص ۳۹۲، اردو ترجمہ، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

حضرت علامہ اسمٰعیل حقی (م ۱۱۳۷ھ) تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں:
''تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اس سے وہ مٹی مراد ہے جو عزرائیل علیہ السلام نے بامر

الٰہی آدم علیہ السلام کے لئے جملہ روئے زمین سے اٹھائی تھی...... تمہیں تمہارے باپ آدم علیہ السلام کی وساطت سے پیدا فرمایا آدم و حوا علیہما السلام کے سوا باقی جملہ آدم زادے نطفے سے پیدا ہوئے اور تمہیں موت کے بعد اسی زمین میں دفن کرائیں گے جہاں سے تمہارا خمیر لیا گیا ہے...... اور قیامت میں تمہارے اجزاء کو جمع اور اجساد کو برابر اور روح کو حساب اور جزا و سزا کے لئے لوٹائیں گے اور دوسری بار نکالنا یوں ہو گا کہ جیسے وہ زمین میں پڑے ہیں انہیں وہاں سے باہر کیا جائے گا اس میں کسی قسم کی تجدید نہ ہو گی۔"
(ص ۳۰۹، فیوض الرحمٰن اردو ترجمہ روح البیان، مطبوعہ مکتبہ اویسیہ بہاول پور)

☆ قرآن کریم سے ایک اور ارشاد ربانی ملاحظہ فرمائیں، اللہ کریم فرماتا ہے: فبعث الله غرابا ببحث فی الارض لیریه کیف یواری سوء ۃ اخیه قال یویلتی اعجزت ان اکون مثل هذا الغراب فاواری سوء ۃ اخی فاصبح من الندمین۔ (المائدہ ۳۱) تو اللہ نے ایک کوّا بھیجا زمین کرید تا کہ اسے دکھائے کیوں کر اپنے بھائی کی لاش چھپائے۔ بولا، ہائے خرابی میں اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ میں اپنے بھائی کی لاش چھپا تا تو پچھتا تا رہ گیا۔

حضرت مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: "قابیل کے سامنے دو کوے آپس میں لڑے، ان میں سے ایک نے دوسرے کو مار ڈالا پھر زندہ کوے نے اپنی چونچ اور پنجوں سے زمین کریدی، غار کر کے مرے ہوئے کوے کو اس میں رکھا اور مٹی اوپر سے ڈال دی۔" (ص ۱۷۸، تفسیر نور العرفان)

جناب اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں: "اب جب (قابیل) قتل سے فارغ ہوا تو اب حیران ہے کہ لاش کو کیا کروں جس سے یہ راز پوشیدہ رہے جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو پھر آخر اللہ تعالیٰ نے ایک کوا وہاں بھیجا کہ وہ چونچ اور پنجوں سے زمین کو کھودتا تھا اور کھود کر ایک دوسرے کوے کو کہ وہ مرا ہوا تھا اس گڑھے میں دھکیل کر اس پر مٹی ڈالتا

تھا تاکہ وہ کوااس قابیل کو تعلیم کردے کہ اپنے بھائی ہابیل کی لاش کو کس طریقہ سے چھپاوے۔" (ص ۲۳۲، تفسیر بیان القرآن)

جناب شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں: "چوں کہ اس سے پہلے کوئی انسان مرا نہ تھا اس لئے قتل کے بعد اُس (قابیل) کی سمجھ میں نہ آیا کہ (ہابیل کی) لاش کو کیا کرے آخر ایک کوے کو دیکھا کہ زمین کرید رہا ہے یا دوسرے مردہ کوے کو مٹی ہٹا کر زمین میں چھپا رہا ہے۔ اسے دیکھ کر عقل آئی کہ میں بھی اپنے بھائی کی لاش کو دفن کروں۔" (ص ۱۴۵، تفسیر عثمانی، مطبوعہ مدینہ پریس بجنور، یوپی انڈیا ۱۳۵۵ھ)

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری فرماتے ہیں: "سوأة، شرم گاہ، چھپانے کی چیز یعنی لاش۔ کہتے ہیں کہ ہابیل پہلا شخص ہے جس نے موت کا جام پیا۔ اس لئے قابیل حیران ہو گیا کہ میں اب اس کی لاش کو کدھر کروں آخر اللہ تعالیٰ نے ایک کوے کے ذریعے اس کو دفن کرنے کا طریقہ سکھایا۔" (تفسیر ضیاء القرآن، ص ۱۹۸، ج ۱، مطبوعہ لاہور)

جناب ثناء اللہ امرت سری فرماتے ہیں: "(قابیل) ایسا مبہوت اور مخبوط الحواس ہوا کہ اسے کچھ سوجھتا نہ تھا کہ اس مردے کی لاش سے کیا کرے پھر خدا نے ایک کوا جس کے منہ میں ایک مرا ہوا کوا تھا بھیج دیا وہ زمین کو کریدنے لگا تاکہ اسے بھائی کی لاش کا چھپانا سکھادے، بارے اسے بھی سمجھ آ گئی۔" (ص ۱۳۳، تفسیر ثنائی)

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں: "اس جگہ اراءت کا معنی ہے بتا دینا تعلیم دینا۔ دکھانا مراد نہیں ہے کیوں کہ دیکھنے میں کوے کا دفن کرنا آیا تھا، ہابیل کی لاش کو دفن کرنا اور چھپانا تو نہیں دکھایا گیا۔ سوءۃ سے مراد ہے مردہ لاش۔ مردہ لاش کو دیکھنا برا معلوم ہوتا ہے (سوءۃ کا لغوی ترجمہ برائی ہے) بعض کے نزدیک جسم کا قابل ستر حصہ مراد ہے جس کی بے پردگی جائز نہیں۔ کوے کو دفن کرنے کی تدبیر بتائی اور براہ راست قابیل کو نہیں بتائی بلکہ کوے کو رہنما بنایا۔" (ص ۴۴۴، ج ۳، تفسیر مظہری)

حضرت علامہ اسماعیل حقی فرماتے ہیں: ''مروی ہے کہ جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تو اسے چٹیل میدان پر چھوڑ دیا اب اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ اس کے ساتھ کیا کرے اس لئے کہ دنیا میں بنی آدم میں یہی (ہابیل) سب سے پہلا مردہ تھا......اللہ تعالیٰ نے دو کوے بھیجے اور اس (قابیل) کے سامنے آکر لڑنے لگے ایک نے دوسرے پر حملہ کر کے اسے مار ڈالا پھر گڑھا کھود کر زمین میں دبا دیا، قابیل یہ سارا ماجرا دیکھتا رہا۔''
(ص۲۰۹،۲۱۵۔ فیوض الرحمٰن اردو ترجمہ روح البیان)

☆ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ثم اماته فاقبره۔ (عبس ۲۱) پھر اسے (انسان کو) موت دی پھر قبر میں رکھوایا۔

حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی فرماتے ہیں: ''خیال رہے کہ سب سے پہلے ہابیل کی موت قابیل کے ہاتھوں واقع ہوئی۔ رب نے ایک کوے کے ذریعے اسے دفن کرنا بتایا پھر حضرت آدم علیہ السلام کی وفات پر فرشتے اولاد آدم کے پاس آئے اور جنتی کافور ہم راہ لائے اور ان کے سامنے آپ کا غسل وکفن ودفن کیا تاکہ یہ (اولاد آدم) اسے سیکھ لیں، خیال رہے کہ قبر میں دفن بھی مردہ کی عزت افزائی ہے چوں کہ انسانی ابتداء خاک سے ہے تو چاہئے کہ اس کی انتہا بھی خاک پر ہو، نیز بری چیزوں کو جلایا جاتا ہے قبر سے میت کی یادگار باقی رہتی ہے۔ اچھی چیز کو امانت کر کے زمین میں دفن کیا جاتا ہے لوگ اس سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ درخت کی جڑ زمین میں، شاخیں زمین پر ہوتی ہیں۔ مکان کی بنیاد زمین میں عمارت اوپر ہوتی ہے ایسے ہی مسلمان مردے کو دفن کرنا نعمتوں میں شمار فرمایا۔'' (تفسیر نور العرفان ص۹۳۵)

جناب اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں: ''پھر بعد عمر ختم ہونے کے اس کو موت دی پھر اس کو قبر میں لے گیا کقوله تعالى فيها نعيدكم خواہ اول ہی سے خاک میں رکھ دیا جاوے یا بعد چندے خاک میں مل جاوے۔'' (ص۱۱۲۵۔ تفسیر بیان القرآن)

جناب ثناء اللہ امرت سری فرماتے ہیں: ”پھر وہ (انسان) دنیا میں زندہ رہتا ہے جب تک اس کی زندگی مقدر ہوتی ہے پھر جب ختم ہوتی ہے تو اس کو مار کر قبر میں داخل کر دیتا ہے یا جہاں کوئی مرتا ہے وہاں اس کو نظروں سے گم کر دیا جاتا ہے چاہے جل کر راکھ کی صورت میں ہو جائے، دریا میں مچھلیوں کی غذا کی شکل میں غرض ہر طرح پر وجود سے فنا کی طرف چلا جاتا ہے۔“ (ص ۷۰۷، تفسیر ثنائی)

جناب شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں: ”یعنی مرنے کے بعد اس (انسان) کی لاش کو قبر میں رکھنے کی ہدایت کر دی تاکہ زندوں کے سامنے یونہی بے حرمت نہ ہو۔“

(ص ۷۶۲، تفسیر عثمانی)

جسٹس پیر محمد کرم شاہ ازہری فرماتے ہیں: ”جب تک اس (انسان) کی موت کا مقررہ وقت نہیں آتا ہزاروں خطرات میں بھی سلامت رہتا ہے۔ بارش کی طرح برستے ہوئے بم بھی اس کا بال بیکا نہیں کر سکتے، دشمن کی کوئی سازش اس کو گزند نہیں پہنچا سکتی اور جب صدر دفتر سے اس کی موت کا پروانہ جاری ہوتا ہے تو پھر ہزاروں محافظوں کے جھرمٹ میں سے بھی موت کا ہاتھ اسے اچک لیتا ہے۔ پھر نہ کہیں یہ بھاگ سکتا ہے۔ نہ چھپ سکتا ہے نہ خود بچ سکتا ہے اور نہ اسے کوئی بچا سکتا ہے اور پھر جہاں اس کے خالق کی مرضی ہوتی ہے وہاں اسے دفن کر دیا جاتا ہے۔ زمین کا شکم، پرندوں اور درندوں کے معدے اور قعر دریا اس کا مدفن بن سکتے ہیں۔“

(ص ۴۹۵، تفسیر ضیاء القرآن جلد پنجم)

حضرت علامہ اسمٰعیل حقی فرماتے ہیں: ”(پھر اسے موت دی) اس کی روح قبض کی اس کے اجل مقدر مسمی کے وقت (پھر اسے قبر میں مدفون کرایا) قبر میں مدفون ہو تاکہ پوشیدہ ہو، اس کی تعظیم و تکریم کے لئے...... ف: کشف الاسرار میں ہے کہ اسے درندوں کے لئے ایسے آوارہ نہیں پھینکا جاتا،...... یہ قبر میں دفنانا مسلمانوں کا اکرام

ہے۔"(ص ۱۱۳، تفسیر فیوض الرحمٰن اردو ترجمہ روح البیان)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) فرماتے ہیں: "اور بعد موت کے حکم گور کرنے کا جو فرمایا یہ بھی ایک بڑی نعمت ہے کہ آدمی کو ساتھ اس کے معزز و مکرم کیا ہے...... پس گویا اشارہ فرماتے ہیں کہ مجموع اماتت اور اقبار کا نعمتوں میں داخل ہے۔ نہ فرد فرد، اور یہاں پر جاننا چاہئے کہ گڑوانے کو اقبار کہتے ہیں اور گاڑنے کو قبر...... اور اللہ تعالیٰ کے حکم کرنے کی صورت مردوں کو گڑوانے کے واسطے اول بار اس طور سے واقع ہوئی ہے کہ جب قابیل نے ہابیل کو مار ڈالا اور آدمی کا مرنا دنیا میں پہلی بار وہی ہوا تھا تو قابیل کو کچھ معلوم نہ تھا کہ اس مردے کو کیا کرے تو لاچار اس کی لاش کو ایک چادر میں باندھ کر اپنے ساتھ لئے پھرتا تھا آخر کو جب اس کی لاش کے لئے پھرنے سے تھک گیا تو ایک جنگل میں غم گین ہو کر بیٹھ گیا کہ ناگاہ دو کوے آموجود ہوئے اور آپس میں لڑنے لگے یہاں تک کہ ایک کوے نے دوسرے کوے کو مار ڈالا پھر اپنے پنجوں اور چونچ سے ریت کو ادھر ادھر ہٹا کر اس مرے کوے کی لاش کو اس گڑھے میں ڈال دیا پھر وہ ریت اس پر ڈال کر خوب ایک تودہ بنا دیا۔ قابیل نے معلوم کیا کہ مردے کو اسی طور سے دفن کرنا چاہئے پس اپنے بھائی کی لاش کو بھی اسی طور سے دفن کر دیا اور قبر بنا دی پھر حضرت آدم علیہ السلام نے وفات پائی تو فرشتے آسمان سے نازل ہوئے اور ان کی اولاد کے سامنے ان کی تجہیز و تکفین کر کے قبر میں دفن کیا اس روز سے یہی طریقہ معمول ہو گیا اور یہی تعلیم الٰہی پہلی بار قابیل کی اولاد کو اس کی استعداد کے قصور کے سبب سے کوے کے واسطے سے واقع ہوئی اور حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو فرشتوں کے واسطے سے تعلیم فرمائی بس یہ ایک نہایت بڑی نعمت ہے کہ اپنے بندوں پر مرحمت کی ہے۔ والا مردے کی لاش کو دوسرے جانوروں کی طرح سے گھسٹوا کے پھکوایا کرتے اور وہ لاش ادھر ادھر ماری ماری پھرتی اور جب

سڑتی گلتی تو لوگ اس کی بدبو سے بھی تنگ آتے اور بدگوئیاں کرتے پھر درندے اس کے اعضا اور بند بند کو گلی کوچے میں لئے پھرتے اور ناپاک جانوروں اور مردار خور کی خوراک ہو جاتے اور ہر خاص و عام کے سامنے اس کے عیب ظاہر ہوتے اور عزت اور توقیر اس کی لوگوں کی نظروں میں کم ہو جاتی بس اس کی عزت اور تکریم کے واسطے یہ بات غیب سے تعلیم فرمائی۔ اب آئے ہم اس بات پر کہ ہندو مردے جلاتے ہیں گاڑتے نہیں اور کہتے ہیں کہ آگ ہر ناپاک کو پاک کرنے والی اور ہر بدبو کو مٹانے والی ہے سو جن لوگوں کو سڑانا بدبو کرانا منظور ہے وے دفن کرتے ہیں اور آگ میں جلا دینا بہتر ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ آگ خائن ہے جو چیز اس کو سونپو وہ کھا جاتی ہے اور زمین امانت دار ہے جو چیز اس میں دفن کر وہ باقی رہتی ہے بس مردے کو زمین میں رکھنا بہتر ہے اس بات سے کہ خائن کو سونپیں، اس واسطے آدمی کی بلکہ دوسرے جانوروں کی یہی عادت ہے کہ جس چیز کو چاہتے ہیں کہ محفوظ رکھیں جیسے مال خزانے تو زمین میں دفن کرتے ہیں اور جب چاہتے ہیں کہ اس کو نیست و نابود کر ڈالیں تو آگ میں جھوک دیتے ہیں اور آدمی کو اٹھنے کا انتظار اور ارواحوں کے داخل ہونے کا اپنے چھوڑے ہوئے جسموں میں درپیش ہے بس مردے کو آگ میں جلا دینا اس کے خلاف ہے اور دوسرے یہ کہ مردے کے کمال بے قدری ہے کہ اس کو اپنے ہاتھوں سے آگ میں جلا دیں اور اس کی خاک ہوا میں اڑا دیں کیوں کہ ایسا معاملہ ناکاری ناپاک چیزوں سے کرتے ہیں اور جب کسی عمدہ پاکیزہ چیزوں کا باقی رکھنا منظور ہوتا ہے تو زمین میں دفن کرنے کے سوا معمول نہیں اور جو کہتے ہیں کہ آگ بدبو کو دفع کرتی ہے اور زمین اس کے برخلاف سڑاتی ہے اور بدبو کرتی ہے پس یہ بات اس وقت ہو کہ اس چیز کا پھر نکالنا منظور ہو اور جب اس کو زمین ہی میں چھوڑنا مقصود ہے تو پھر سڑنے گلنے سے کیا علاقہ کیوں کہ اس کا کچھ اثر زمین کے لوگوں میں ظاہر نہیں ہوتا اور باوجود اس بات کے

بھی کتنی رطوبتیں بدن کی گل سڑ کر خشک ہو جاتی ہیں اور ہاتھ پیر جوڑ بند سب اپنی شکل وصورت پر رہتے ہیں بس ایسا ہوتا ہے جیسے آدمی اپنی زندگانی میں سوتا تھا ویسا ہی اب بھی سوتا ہے برخلاف جلانے کے کہ آگ اس کے اندام اور شکل وصورت اور ہیئت مجموعی کا کچھ اثر باقی نہیں رکھتی اور یہ بھی ہے کہ خلقت آدمی کی خاک سے ہے تو موافق کل شئی یرجع الی اصلہ کے اس کو اپنی اصل کی طرف پہنچا دینا چاہئے برخلاف آگ کے کہ جن وشیطان کی خلقت کا مادہ ہے پھر جب آدمی کے بدن کو موت کے بعد اس میں جلاتے ہیں تو روح لطیف آگ کے دھویں سے مل کر شیاطین اور جنات کے ساتھ کمال مشابہت پیدا کرتی ہے اور اسی سبب سے اکثر روحیں ان لوگوں کی کہ جلائی جاتی ہیں بعد موت کے شیاطین کا حکم پیدا کرتی ہیں اور آدمیوں سے چمٹتی ہیں اور ایذا دیتی ہیں پس دفن کر دینے میں اس شے کا رجوع کر دینا ہے اس کی اپنی حقیقت کی طرف اور جلانے میں اس کے برخلاف ہے...... اور یہ بھی ہے کہ آگ سے جلانا میت کے بدن کو پراگندہ کر دیتا ہے کہ اس کے سبب سے روح کا علاقہ بدن سے بالکل چھوٹ جاتا ہے اور آثار اس عالم کے اس ارواح کو کم پہنچتے ہیں اور کیفیتیں اس روح کی بھی اس عالم میں بہت کم سرایت کرتی ہیں اور جو دفن کرنے میں اجزا بدن کے اس اپنے مقام پر سب کے سب اپنے حال پر برقرار ہو جاتے ہیں تو روح کا علاقہ بدن سے ازراہ لطف وعنایت کے بحال رہتا ہے اور زیارت کرنے والوں اور دوستوں اور فائدہ لینے والوں کی طرف توجہ روح کی آسانی سے ہوتی ہے کہ بدن کے مکان سے متعین ہونے سے گویا روح کا مکان بھی معین ہے اور آثار اس عالم کے جیسے صدقہ اور فاتحہ اور تلاوت قرآن مجید کی جو اس مقام پر کہ اس کے بدن کا مدفن ہے واقع ہوتی ہے تو آسانی سے فائدہ بخشتی ہے پس جلا دینا گویا روح کو بے مکان کر دینا ہے اور دفن کرنا گویا روح کا ٹھکانہ بنا دینا ہے اور اسی واسطے ان اولیاء اللہ اور صلحاء مومنین سے کہ دفن

کیے گئے ہیں نفع اور فائدہ لینا جاری ہے اور مدد اور فائدہ بھی ان سے متصور ہے برخلاف جلائے ہوئے مردوں کے کہ یہ چیزیں ان کے مذہب والوں کے نزدیک بھی اصلاان سے وقوع میں نہیں آتی ہیں حاصل کلام کا یہ ہے کہ دفن کرنے کا طریقہ آدمی کے حق میں ایک بڑی نعمت ہے۔"

(تفسیر فتح العزیز، ص۷۶،۷۷، مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند، یوپی)

محترم قارئین! اس تفصیل سے آپ نے جان لیا کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے بنایا اور اسی میں اسے لوٹایا جاتا ہے اور قیامت کے دن مٹی ہی سے اسے نکالا جائے گا۔ یہ بھی قرآن کریم سے معلوم ہوا کہ انسان کو موت کے بعد دفن کرنے کا طریقہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعلیم فرمایا گیا اور قرآن ہی سے معلوم ہوا کہ یہ انسان کی عزت ہے کہ اس کے جسم کو مرنے کے بعد زمین میں پوشیدہ کیا جاتا ہے۔

☆ مفردات میں امام راغب اصفہانی (م ۵۰۲ھ) فرماتے ہیں:

ق۔ب۔ر: (قبر) کے معنی میت کو دفن کرنے کی جگہ کے ہیں۔

علامہ ابن منظور (م ۷۱۱ھ) "لسان العرب" میں فرماتے ہیں: انسان کے مدفن کو قبر کہتے ہیں جس کی جمع قبور ہے۔ وہ فرماتے ہیں: حدیث شریف میں قبرستان میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا گیا ہے کیوں کہ اس کی وجہ ہے اور حدیث شریف میں یہ بھی فرمایا گیا ہے اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ یعنی قبرستان میں (بغیر کسی دیوار یا پردے کے) قبریں کے سامنے ہوتی ہوں تو نماز پڑھنا منع ہے (☆)، جس گھر میں نماز نہ پڑھی

(☆) جناب اشرفعلی تھانوی کے امداد الفتاویٰ حصہ خامسہ، مطبوعہ اشرف المطابع، تھانہ بھون کے ص ۲۴۴ میں ہے: "سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ نماز جنازہ اس میدان میں جہاں سے کہ بعض قبور نظر آتی ہوں اور درمیان میں دیوار حائل ہو یا نہ ہو، بلا کراہت جائز ہے یا نہ؟ بینوا توجروا۔ الجواب: قبر کی طرف جو نماز مکروہ ہے تو بوجہ اس کے کہ وہ مشتمل ہے میت پر جس میں احتمال ہے عبادت غیر اللہ کا اور نماز جنازہ میں خود میت ہی کا روبرو ہونا جائز رکھا گیا ہے تو قبر کا سامنے ہونا بدرجہ اولی۔ یہ تو تحقیقی جواب ہے اس سوال کا اور سائل نے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جائے وہ ایسا ہے جیسا قبرستان۔ وہ فرماتے ہیں: قبر مسلمان کی عزت کے لئے ہے یعنی انسان کو دفن کیا جانا اولاد آدم کی تکریم ہے۔ (جلد ۱۱، ص ۹، مطبوعہ بیروت ۱۴۰۸ھ)

قرآن کریم میں: ولقد کرمنا بنی آدم کے الفاظ موجود ہیں اور ہم نے اولاد آدم کو عزت دی، تو یہ عزت اس کی وفات کے بعد بھی ہے کہ اس کے مردہ جسم کی بھی بے حرمتی نہ ہو۔

جدید محققین کے تیار کردہ فرہنگ اردو دائرہ معارف اسلامیہ مطبوعہ لاہور (۱۹۷۸) کی جلد ۱۶/۱ کے ص ۲۴۲ میں ہے: "قبر (ع) جمع قبور، میت کو چھپانے کی جگہ، مردہ انسان کا مدفن، جہاں میت کو دبا کر نگاہوں سے اوجھل کر دیا جائے۔ بقول راغب اصفہانی، مردے کا ٹھکانا اور قرار گاہ۔ امام راغب کی تعبیر سے قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ زیر زمین سے آگے بڑھ کر ہر اس مقام کو اپنے احاطے میں لے لیتی ہے جہاں مردے کو ٹھیرنے کی جگہ مل سکے خواہ وہ زیر زمین ہو یا زیر آب یا فضا میں اس کے ذرات کی تحلیل ہو، الغرض جہاں بھی مردے کا جسم یا اس کے اجزا پہنچ جائیں وہی اس کی قبر ہو جاتی ہے...... میت کو بے حرمتی سے بچانے اور اس میں رونما ہونے والے تغیرات کو نگاہوں سے اوجھل رکھنے کے لئے قبر کھودی جاتی ہے...... (کسی کی) قبر کو اس وقت تک نہیں کھودنا چاہئے جب تک مردے کی ہڈیاں باقی رہیں، البتہ کسی تحقیق کی غرض سے یا کسی چیز کے رہ جانے پر قبر کو کھودا جا سکتا ہے...... قبروں کو گندگی اور کوڑے کچرے سے صاف رکھنا چاہئے...... آخرت اور موت کی یاد تازہ

(بقیہ صفحہ گزشتہ) خط میں جو بعض غیر مقلدین سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے عدم جواز نماز جنازہ قبور کے قریب کا حکم لگا دیا ہے تو اگر وہ اہل انصاف ہوں تب تو ان کے جواب کے لئے یہ حدیث کافی ہے جس کو شیخین نے روایت کیا ہے: عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ مر بقبر دفن لیلا فقال متی دفن ھذا قالوا البارحۃ قال افلا اذنتمونی قالوا دفناہ فی ظلمۃ اللیل فکرھنا ان نوقظک فقام فصففنا خلفہ فصلی علیہ۔ دیکھے اس حدیث میں تصریح ہے کہ آپ نے نماز جنازہ اس طرح پڑھی کہ قبر سامنے تھے اور اگر وہ اہل اعتساف ہوں تو ان سے خطاب بے کار ہے، اپنی تسلی حاصل کر کے عمل کرنا چاہئے۔ ۲۶/رمضان ۱۳۴۱ھ۔"

کرنے نیز عبرت و نصیحت حاصل کرنے کے لئے زیارت قبور مندوب ہے۔"

جناب اشرفعلی تھانوی فرماتے ہیں:

"سوال: قبر کے معنی کیا ہیں، مردہ انسان کو کہیں غار میں ڈال دینا اسی کو قبر کہتے ہیں، اگر قبر کے یہی معنی ہیں تو گوشت خور لوگ مذکورہ بالا بغیر روح کے جسم کو کھانے سے یعنی اس مردہ جانور کے گوشت کو اپنے شکم کے غار میں رکھنے سے ان کا پیٹ بھی مردہ جانوروں کی قبر کیوں نہیں ہو سکتیں؟

الجواب:۔ قبر نام ہے عالم برزخ کا۔" (امداد الفتاوی معروف بہ فتاوی اشرفیہ، ۱۳۴۶ھ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ص ۱۶۸، جلد ۴)

کتاب "عالم برزخ" (مطبوعہ ادارہ اسلامیات، لاہور) کے ص ۵ پر جناب قاری محمد طیب فرماتے ہیں: "انسان دو چیزوں سے مرکب ہے، جسم اور روح، اس کا مجموعہ ہی نفس انسانی کہلاتا ہے۔ اس نفس انسانی کو طبعاً تین جہانوں سے گزرنا ہے۔ ایک دنیا جو دار العمل ہے، ایک آخرت جو دار القرار ہے اور ایک برزخ جو دار الانتظار ہے۔ ان تینوں جہانوں کے احکام اور ان کی نوعیت الگ الگ ہے۔

دنیا میں جسم اور جسمانی زندگی اصل ہے، روح اس کے تابع ہو کر اس کے اثرات قبول کرتی ہے۔ برزخ میں روح اور روحانی زندگی اصل ہے، جسم اس کے تابع ہو کر اس کی نعمت و مصیبت کے اثرات قبول کرتا ہے خواہ وہ اپنی ہیئت پر ہو یا بکھر جائے۔ اور آخرت روح و جسم کا مکمل امتزاج ہے جس میں ہر ایک اپنے اپنے تاثر میں مستقل ہے اور ہر ایک کا اپنا اپنا ادراک اور اپنا اپنا انتفاع ہے۔ برزخ چوں کہ دنیا اور آخرت کے بیچ میں ہے اس لئے اس کا ان دونوں جہانوں سے تعلق ہے۔ آدمی جیسے برزخ میں رہتے ہوئے آخرت کی نعیم و جحیم کا مشاہدہ کرتا ہے، روحانی طور پر ان سے متلذذ یا متألم ہوتا ہے اور مدبرات آخرت کی زیارت سے بھی مشرف ہوتا ہے، ایسے ہی برزخ میں رہتے

ہوئے دنیا کی معلومات سے بھی حسب حیثیت و مرتبہ مستفید ہوتا ہے، دنیا والوں کے اعمال خیر یعنی دعا و ایصال ثواب، افاضہ باطنی اس تک پہنچتے ہیں حتیٰ کہ وہ اہل دنیا کی زیارت سے بھی منتفع ہوتا ہے، پھر خود بھی اپنے اس قسم کے تصرفات، دعا اور ہمت باطن سے افاضہ انوار و کیفیات حتیٰ کہ اپنی ملاقات و زیارت کا بھی انہیں موقع دیتا ہے جس کے لئے نصوص شرعیہ موجود ہیں۔"

(اس موضوع پر مزید تفصیل امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کی مشہور کتاب "احیاء علوم الدین" کی جلد چہارم میں دیکھی جا سکتی ہے۔)

☆ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند (مدلل و مکمل، مطبوعہ دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی، مئی ۱۹۸۶ء) جلد پنجم میں ہے کہ: "بلا ضرورت نعش کو قبر سے نکالنا بھی ممنوع ہے اور نماز دوبارہ پڑھنا بالکل غیر مشروع ہے، ہرگز درست نہیں اور یہ (نعش کو قبر سے نکالنے کا) فعل بہت برا ہے۔" (ص ۴۱۳)

"دفن کرنے کے بعد شرعاً نکالنا میت کا قبر سے اور دوسری جگہ دفن کرنا درست نہیں ہے۔" (ص ۴۰۳)

اسی فتاویٰ میں سوال نمبر ۳۰۴۵ کا عنوان ہے "مٹی ہوئی قبر کو تازہ کرنا کیسا ہے؟" اس کے تحت سوال ہے: "مولانا عبدالرحمٰن صاحب نے عارضہ طاعون میں رحلت کی، ۲۲ صفر ۱۳۳۶ھ میں۔ اب مولوی صاحب کے والد نے قبر کھدوائی اور کہا کہ نہ کفن ہے نہ ہڈی ہے از سر نو خالی قبر بنا کر تیار کر دی، آیا خالی قبر پر فاتحہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ ڈیڑھ سال میں مردہ کی کیا حالت ہو جاتی ہے؟ ایسا کرنے میں کچھ گناہ تو نہیں ہے؟

الجواب:۔ یہ ظاہر ہے کہ اس قدر عرصہ تک مردہ کی ہڈی او جسم اور کفن کہاں رہ سکتا ہے، سب خاک ہو جاتا ہے اور چوں کہ قبر مولوی صاحب کی وہی تھی جس میں وہ دفن

ہوئے تھے اگر چہ وہ خاک ہو گئے تو اس کی نشانی کی تجدید بغرض علامت اور سلام و فاتحہ خوانی کے درست ہے۔"

اس فتاویٰ کے مرتب حاشیہ میں لکھتے ہیں۔ "و فی شرح المنية عن منية المفتي المختار انه لايكره التطيين (ردالمحتار باب صلاۃ الجنائز ص ۸۳۹) قوله وبزيارة القبور ای لاباس بها بل يندب۔ ص ۸۴۳/۱ (محمد ظفر الدین)"۔ (ص ۳۹۶)

ص ۳۸۸ پر ہے: "سوال (۳۰۲۶) اگر بوجہ عذر کے مردہ کو تابوت میں رکھ کر گھر میں دفن کرے اور بعد میں زائل ہونے عذر کے اس تابوت کو نکال کر دوسری جگہ دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: دفن کے بعد میت کو یا اس کے تابوت کو قبر سے نکالنا درست نہیں ہے ولا يخرج منه بعد اهالة التراب الا لحق ادمی كان تكون الارض مغصوبة او اخذت بشفعة۔"

"اخراج المیت عن القبر بعد الدفن درست نہیں۔" (ص ۳۸۷)

ص ۳۷۴ میں عنوان ہے: "دفن کے بعد مردہ نہیں نکالا جا سکتا۔"

"سوال (۲۹۹۶): قبر سے مردہ کسی صورت میں نکالا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نکالا جائے تو وہ کیا مجبوری ہو گی؟

الجواب: درمختار میں ہے ولا يخرج منه بعد اهالة التراب الا الحق ادمی كان تكون الارض مغصوبة او اخذت بشفعة ويخير المالك بين اخراجه و مساواته بالارض كما جاز زرعه والبناء عليه اذا بلى وصار توابا۔ (الدر المختار علیٰ ہامش ردالمحتار باب صلاۃ الجنائز ص ۸۴۰/۱) اس کا حاصل یہ ہے کہ میت کو قبر سے بعد مٹی ڈالنے کے نہ نکالا جاوے مگر حقوق عباد کی وجہ سے مثلاً زمین

مغصوبہ اور غیر کی زمین میں بدون مالک کی اجازت کے دفن کر دیا جاوے الخ سو مالک کو اختیار ہے کہ میت کو نکلوادے یا زمین کو برابر کر دے اور نشان قبر کا نہ کرنے دے الخ پس یہی جواب ہے سوال مذکور کا۔"

"سوال: (۳۰۱۵) جو قبر بیٹھ جائے یا گر جائے اس کو پوری قبر از سر نو تیار کراتے ہیں، یہ شرعاً جائز ہے یا نا جائز؟

الجواب: اس میں کچھ حرج نہیں"۔ (ص ۳۸۴)

"دیدہ ودانستہ پرانی قبر کو بحالت موجودگی میت کے بدون کے کھودنا جائز نہیں۔" (ص ۳۸۵)

☆ "سوال (۳۰۲۹): قبر کو پختہ بنانے اور ان پر قبہ وغیرہ بنانا احادیث سے ثابت ہے یا نہیں اور ایک بالشت کے برابر اگر بطور آثار بنادی جائے تو اس میں کچھ حرج تو نہیں؟ حضور ﷺ کا روضہ مبارک کب سے بنایا گیا ہے اور بنے ہوئے کو گرانا کیسا ہے؟

الجواب:۔ قبر کو پختہ بنانے اور اس پر کچھ بنانے کی ممانعت حدیث شریف میں آئی ہے حدیث کے الفاظ یہ ہیں: **نھی رسول اللہ ﷺ عن تجصیص القبور و ان یکتب علیھا وان یبنی علیھا۔** (رواہ مسلم) اور شامی میں نقل کیا ہے: **وقیل لا یکرہ البناء اذا کان المیت من المشائخ والعلماء والسادات۔** (اور کہا گیا کہ ہر گز ناپسندیدہ نہیں جب کہ میت مشائخ وعلماء اور سادات کی ہو۔ یعنی ان کی قبروں پر گنبد یا عمارت بنانا مکروہ نہیں)۔

قبور کے انہدام کا حکم فقہاء رحمہم اللہ نے کہیں نہیں کیا اور بعض آثار سے ثبوت قبہ کا معلوم ہوتا ہے چناں چہ منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ السلام کی قبر پر پہنچے اور وہاں دو رکعت نفل پڑھی اور انہدام قبہ کا حکم نہیں فرمایا لہٰذا یہ فعل انہدام قبات کا جس نے کیا اچھا نہ کیا اور قبر پر کوئی علامت

رکھنا خود آں حضرت ﷺ کے فعل سے ثابت ہے کما ورد فی الصحاح (اخرجه ابو داؤد باسناد جيدان رسول الله ﷺ حمل حجرا فوضعه عند راس عثمان بن مظعون وقال اتعلم به قبر اخي وادفن اليه من مات من اهلي۔ (جیسا کہ صحیح احادیث میں آیا ہے ابو داؤد نے اچھی اور مضبوط اسناد کے ساتھ بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون (م ۲ھ) کی قبر کے سرہانے پتھر لگایا اور فرمایا اس سے ہمارے بھائی کی قبر کی شناخت ہوگی اور یہاں اپنے گھر والوں میں سے وفات پانے والے کو دفن کریں گے) اور اثر حضرت عمر سے معلوم ہوا کہ ان کے زمانہ میں بھی وجود قبہ کا تھا۔ والتفصیل فی کتب السیر "۔ (ص ۳۸۹۔ مراۃ الجنان الیافعی، ص ۱۰/۱)

جناب اشرفعلی تھانوی نے "التکشف" کے ص ۲۳۸ پر اس حدیث کو نقل کیا اور لکھا کہ زیارت و فاتحہ خوانی اور پہچان کے لئے قبر پر علامت لگانے میں کچھ حرج نہیں۔

غیر مقلدوں کے جناب ثناء اللہ امرت سری کے فتاویٰ ثنائیہ ج ۲ کے ص ۳۰ پر ہے: "سوال: قبر پر میت کا نام اور وفات تاریخ سنگ مرمر کے پتھر پر کندہ کروا کر قبر پر بطور یادداشت کے گاڑنا از روئے قرآن و حدیث جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ آں حضرت ﷺ نے ایک پتھر ایک صحابی کی قبر پر رکھ کر فرمایا تھا اس لئے رکھتا ہوں یہ قبر پہچان لیا کروں۔ پتھر پر نام میت لکھوا کر سرہانے کی طرف کھڑا کر دیا جائے تو میرے خیال میں منع نہیں۔ مدینہ شریف کے قبرستان میں آج تک بھی امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کی قبر پر اسی طرح کا ایک پتھر یا لکڑی کی تختی کھڑی ہے۔ (۱۳ مئی ۳۰)"

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ احادیث شریفہ میں ہے۔ "رسول کریم ﷺ نے قبر کو پختہ کرنے اور اس پر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو

حکم فرمایا کہ تمام اونچی قبریں ڈھا دی جائیں۔ یہ احادیث پیش کر کے وہ لوگ انبیاء و اولیاء کے مزارات اور گنبدوں کو ڈھا دینے کی مذموم باتیں کرتے ہیں۔ ایسے لوگ دراصل اپنے علم و فہم کے نقص کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں وہ (معترضین) یہ بتائیں کہ کیا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے قبروں پر گنبد نہیں بنائے؟ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول پاک ﷺ کی قبر شریف کے گرد عمارت بنائی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اسے عمدہ اور مضبوط عمارت سے مزین کیا۔ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی قبر پر قبہ بنایا۔ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے بیٹے حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قبر پر قبہ بنایا۔ شاہزادۂ رسول حضرت سیدنا حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ کی قبر پر ان کی زوجہ محترمہ نے قبہ رکھا اور سال بھر وہاں بیٹھیں۔ صحابہ و تابعین کی بڑی تعداد اس وقت موجود تھی، کسی نے اعتراض و اختلاف نہیں کیا۔ صحابہ و تابعین کے بعد اکابر علمائے اسلام میں یہ سلسلہ رہا۔ کیا وہ سب ان احادیث سے بے خبر تھے؟ کیا وہ سب (معاذ اللہ) احادیث کے خلاف کرنے والے تھے؟ رسول کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں جن قبروں کے ڈھا دینے کا حکم فرمایا تھا وہ قبریں کفار و مشرکین کی تھیں کیوں کہ ان پر تصویریں تھیں اور بت بنے ہوئے تھے۔ اگر مسلمانوں کی قبریں ڈھانے کا حکم دیا تھا تو پھر سوال ہے کہ اس وقت وفات پانے والے اکثر اہل ایمان کی تدفین میں خود نبی پاک ﷺ شریک ہوتے تھے اور رسول پاک ﷺ ہی سے صحابہ کرام اپنے وفات پانے والوں کی تجہیز و تکفین اور تدفین کی ہدایات و تعلیمات لیا کرتے تھے تو نبی کریم ﷺ کی موجودی میں کون سے مسلمانوں کی قبریں ایسی غلط بن گئی تھیں جنہیں مٹانا یا ڈھانا ضروری ہو گیا تھا؟ مشرکین کی قبروں کا حکم مومنین کی قبروں پر چسپاں کرنا ظلم

ہے علاوہ ازیں معترضین بناء للقبر اور بناء علی القبر کے فرق کو بھی ملحوظ نہیں رکھتے اور ان جلیل القدر فقہائے اسلام کی تحریرات بھی ملاحظہ نہیں کرتے جنہوں نے ان احکام کو واضح کیا ہے۔ نفس قبر پر عمارت نہیں چنی جاتی، قبر کے اردگرد عمارت بنائی جاتی ہے۔اقبار فی البناء اور بناء علی القبر اور بناء للقبر اور بناء حول القبر کو سمجھے بغیر ہر مزار اور گنبد کو ناجائز کہنا سنگین حماقت ہے۔

حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کی مشہور کتاب "احیاء علوم الدین" کا اردو ترجمہ جناب محمد احسن نانوتوی نے "مذاق العارفین" کے نام سے کیا۔ جو مطبع نول کشور لکھنؤ سے طبع ہوا، اس کی جلد چہارم میں ص ۶۲۸ پر یہ عنوان ہے: "تیسرا بیان چند نوشتوں کے بیان میں جو قبروں پر لکھے ملے۔" دار الفکر، بیروت سے طبع شدہ عربی کتاب، احیاء علوم الدین جلد چہارم کے ص ۵۱۹ پر یہ عنوان یوں ہے: "ابیات وجدت مکتوبة علی القبور۔"

مزید ملاحظہ فرمائیں: مجمع بحار الانوار جلد سوم میں ہے: سلف نے اہل فضل، اولیاء اور علماء کی قبروں پر عمارت بنانا، مباح (جائز) قرار دیا ہے تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں اور اس مین آرام پائیں۔ (مطبوعہ لکھنؤ، ص ۱۴۰/۳)

علامہ طاہر فتنی (م ۹۸۶ھ) فرماتے ہیں: "وقد اباح السلف ان یبنی علی قبر المشائخ والعلماء المشاهیر لیزورهم الناس ویستریحوا بالجلوس فیه سلف نے مشہور علما و مشائخ کی قبروں پر عمارت بنانے کی اجازت دی ہے تاکہ لوگ ان کی زیارت کو آئیں اور اس (عمارت) میں بیٹھ کر آرام پائیں۔" (مطبوعہ نول کشور، لکھنؤ، ص ۱۸۷/۲)

ملا علی قاری (م ۱۰۱۴ھ) نے بھی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اسی طرح ذکر فرمایا اور کتاب، "مطالب المومنین" میں ہے کہ سلف نے مشہور علماء و مشائخ کی قبروں پر

عمارت بنانا مباح رکھا ہے تا کہ لوگ زیارت کریں اور اس میں بیٹھ کر آرام لیں لیکن اگر زینت کے لئے عمارت بنائیں تو حرام ہے۔ مدینہ منورہ میں صحابہ کرام کی قبروں پر اگلے زمانے میں قبے (گنبد) تعمیر کئے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس وقت جائز قرار دینے سے ہی یہ ہوا۔ حضرت شیخ محقق شاہ محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۰۵۲ھ) نے مدارج النبوۃ میں مطالب المومنین سے نقل کیا ہے کہ سلف نے مشہور مشائخ وعلماء کی قبروں پر قبے تعمیر کرنا جائز ومباح رکھا ہے تا کہ زائرین کو آرام ملے اور اس کے سائے میں بیٹھ سکیں۔ اسی طرح مفاتیح شرح مصابیح میں بھی ہے اور مشاہیر فقہا میں سے اسمٰعیل زاہدی نے بھی اسے جائز قرار دیا۔

حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی اپنی کتاب "جاء الحق" مطبوعہ گجرات کے ص ۲۹۲ پر فرماتے ہیں: "منتقی شرح مؤطا امام مالک (م ۱۷۹ھ) میں ابو عبد سلیمان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: **وضربه عمر على قبر زينب بنت جحش و ضربته عائشة على قبر اخيها عبد الرحمن وضربه محمد ابن الحنفية على قبر ابن عباس وانما كرهه لمن ضربه على وجه السمعة والمباهة** حضرت عمر نے (ام المومنین) زینب بنت جحش (م ۲۰ھ) کی قبر پر قبہ (گنبد) بنایا اور حضرت عائشہ صدیقہ نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن (م ۵۳ھ) کی قبر پر قبہ بنایا اور محمد بن حنفیہ (م ۸۱ھ) (ابن حضرت علی) نے ابن عباس کی قبر پر قبہ بنایا (رضی اللہ عنہم) اور جس نے قبہ بنانا مکروہ کہا ہے تو اس کے لئے کہا ہے جو فخر وریا (دکھاوے) کے لئے بنائے۔ بدائع الصنائع جلد اول اور عینی شرح بخاری میں بھی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبر پر قبہ بنانے کا تذکرہ ہے۔ واضح رہے کہ یہ گنبد اس لئے نہیں بنائے جاتے کہ قبر پر سایہ ہو بلکہ وہاں آنے والے زائرین کی سہولت و آرام کے لئے بنائے جاتے ہیں۔

تفسیر روح البیان میں **انما يعمر مسجد الله** کے تحت ہے: "**فبناء قباب على**

قبور العلماء والاولياء والصلحاء امر جائز اذا كان القصد بذلك التعظيم في اعين العامة حتى لايحتقروا صاحب هذا القبر۔ علماء واولیاء وصلحاء کی قبروں پر گنبد وغیرہ بنانا، جائز کام ہے جب کہ اس کا مقصد لوگوں کی نگاہوں میں عظمت پیدا کرنا ہو تاکہ لوگ اس قبر والے کو حقیر (کم تر) نہ جانیں۔"

کتاب کشف النور عن اصحاب القبور کے حوالے سے علامہ شیخ عبدالغنی نابلسی رحمتہ اللہ علیہ کی یہی عبارت جناب اشرفعلی تھانوی نے امداد الفتاوی کے ص ۳۲۳/۵ پر نقل کی ہے۔

جناب اشرفعلی تھانوی کی کتاب بوادر النوادر کے ص ۳۵۰ (مطبوعہ ادارہ اسلامیات، لاہور ۱۹۸۵ء) اور کمالات اشرفیہ ص ۳۸۸ (مطبوعہ مکتبہ تھانوی)، کراچی اور امداد الفتاوی حصہ خامسہ، مطبوعہ اشرف المطابع، تھانہ بھون، ۱۳۴۷ھ کے ص ۳۹۶ میں ہے:

"سوال: آج اخبار الجمعیۃ میں ایک مضمون سید سلیمان ندوی صاحب کا میری نظر سے گزرا جس میں سید صاحب موصوف نے تحریر فرمایا ہے کہ نجدیوں کے دست تظلم سے بعض مزارات و موالید کی تخریب جو بعض اخباروں میں شائع کی گئی ہے اول تو وہ پایہ ثبوت کو نہیں پہونچی، دوسرے مزارات و موالد مذکور اصلی نہیں بلکہ خلفاء بنی امیہ و عباسیہ کے تعمیر کردہ ہیں اور ان کے منہدم کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، تیسرے ان مقامات پر بدعاتی رسوم جاری ہیں جن کا انسداد ضروری ہے، چوتھے ان قبور میں مساجد کے ساتھ مماثلت پائی جاتی ہے۔ اگر یہ توضیح درست ہے تو کیا سرور کائنات ﷺ کا قبہ شریف اس حد میں نہیں آتا اور اگر آتا ہے تو کیا اس کے ساتھ بھی ایسا سلوک جائز ہے؟ جواب باصواب سے مطلع فرمایا جاوے۔

الجواب: سید القبور يعني قبر سيد اهل القبور ﷺ مااختلف ال

والدبور کا قیاس دوسری قبور پر قیاس مع الفارق ہے۔ حدیثوں میں منصوص ہے کہ آپ کا دفن کرنا موضع وفات ہی میں مامور بہ ہے اور موضع وفات ایک بیت تھا جو جدران و سقف (دیواروں اور چھت) پر مشتمل تھا اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی قبر شریف پر جدران و سقف کے مبنی ہونے کی اجازت ہے اور بناء علی القبر سے جو نہی آئی ہے وہ وہ ہے جہاں بناء للقبر ہو اور یہاں ایسا نہیں۔ اب رہا اس کا بقاء یا ابقاء سو چوں کہ بعد دفن کے خلفاء راشدین میں سے کسی نے اس بناء کی بقاء پر نکیر نہیں فرمایا بلکہ ایک موقع پر استسقاء کی ضرورت شدیدہ سے صرف سقف میں ایک روشن دان کھولا گیا تھا جس سے اس بناء کی بقاء کا مشروع ہونا بھی معلوم ہو گیا اور ظاہر ہے کہ بقاء ایسی اشیاء کا بدون اہتمام ابقاء کے عادۃً ممکن نہیں اس لئے اہتمام ابقاء کی مطلوبیت بھی ثابت ہو گئی اور چوں کہ عمارت کا استحکام ادخل فی الابقاء ہے اس لئے اس کی مقصودیت بھی ثابت ہو گئی خصوص جب اس میں اور مصالح شرعیہ بھی ہوں مثلاً حضور اقدس ﷺ کے جسد مطہر کو اعداء دین سے محفوظ رکھنا کہ ان کا تسلط (نعوذ بالله منه) یقیناً مفوت احترام ہے اور جسد مبارک کے احترام کا مقصود ہونا اصلی بدیہیات سے ہے اور اسی حکمت پر علماء اسرار نے آپ کی شہادت جلیہ کے انتفاء کو مبنی فرمایا ہے اور مثلاً آپ کی قبر معطر کو عشاق کی نظر سے مستور رکھنا کہ اس کا نظر آنا غلبہ عشق میں محتمل تھا افضاء الی التجاوز عن الحدود الشرعیه کو جیسا مرض وفات میں کئی وقت کے بعد حضور ﷺ کا چہرۂ انور دیکھ کر قریب تھا کہ نماز کا اہتمام ہی درہم برہم ہو جائے جس کا فوٹو حضرت شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ نے اس شعر میں کھینچا ہے۔

در نمازم خم ابروئے تو چوں یاد آمد
حالتے رفت کہ محراب بہ فریاد آمد

اور یہ دونوں امر (جو کہ حافظ للمصالح الشرعیه ہونے کے سبب مقصود

ہیں) بدون بقاء بناء کے خاص اہتمام واستحکام کے محفوظ نہیں رہ سکتے اس لئے مقدمہ مقصود ہونے کے سبب یہ اہتمام بھی مقصود ہوگیا۔ نیز قبر منور ایسے موقع پر ہے کہ اس کے پیچھے مسجد کا حصہ ہے، بدون حائل کے قبر کی طرف سجدہ واقع ہوتا ہے تو اس بناء میں حیلولۃ کی بھی مصلحت ہے، پس ثابت ہو گیا کہ ایکم مثلی کی طرح قبر ایکم مثل قبری کا بھی حکم کیا جاوے گا۔ ۲۰ صفر ۱۳۴۴ھ"

افاضات یومیہ، حصہ ہفتم، (مطبوعہ اشرف المطابع تھانہ بھون ۱۹۴۱ء) کے ص ۱۹۰ میں ہے، جناب اشرفعلی تھانوی فرماتے ہیں:

"ہمارے معزز دوست نواب جمشید علی خان نے بھی یہ سوال لکھ کر بھیجا کہ حدیث میں قبر پر عمارت بنانے کی ممانعت تو معلوم ہے تو کیا اس حدیث کی رو سے حضور کے گنبد شریف کا شہید کر دینا بھی واجب ہے؟ چوں کہ بناء علی القبر کی حدیث میں ممانعت ہے اس لئے اول تو میں متحیر ہوا کہ یا اللہ کیا جواب دوں کیوں کہ اس کے تو سوچنے سے بھی ذہن اباء کرتا تھا کہ نعوذ باللہ حضور کے گنبد شریف کو شہید کر دینے کے متعلق فتویٰ دیا جائے یہ تو کسی صورت میں ذوقاً گوارا ہی نہیں تھا لیکن اس حدیث کے ہوتے ہوئے تحیر ضرور تھا کہ اس کی کیا توجیہ ہو سکتی ہے۔ اسی پریشانی میں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے دست گیری فرمائی۔ فوراً سمجھ میں آیا کہ اس حدیث میں صرف بناء علی القبر کی ممانعت ہے قبر فی البناء کی تو ممانعت نہیں اور حضور کی قبر شریف ابتداء ہی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے اندر ہے جو قبر شریف سے پہلے ہی کا بنا ہوا ہے قبر کے بعد تو اس پر کوئی عمارت نہیں بنائی گئی لہٰذا اس حدیث کا حضور کے گنبد شریف سے کوئی تعلق نہیں، نہ وہ اس ممانعت میں داخل ہے۔"

☆ قارئین نے اس تفصیل سے کئی مسائل جان لئے اور یہ بھی جان لیا کہ موت دراصل جسم سے روح کی مفارقت کے لحاظ مرحلے کا نام ہے اور موت کے بعد کی دنیا

"برزخ" کہلاتی ہے اور برزخ کے معنی پردے کے ہیں یعنی جسم بصورت میت نظر بھی آتا ہو مگر مردہ برزخ کے حال میں ہے، عام لوگوں کی نگاہوں سے اس کا حال پوشیدہ ہے۔ موت کے یہ معنی نہیں کہ انسان محض نیست و نابود ہو جاتا ہے، علامہ مناوی (م ۱۰۳۱ھ) کی التیسیر شرح جامع صغیر مطبوعہ الریاض ص ۳۰۳/۱ میں ہے:

الموت ليس بعدم محض والشعور باق حتى بعد الدفن حتى انه يعرف زائره۔ موت بالکل عدم نہیں اور شعور باقی ہے یہاں تک کہ بعد دفن بھی یہاں تک کہ اپنے زائر (زیارت کرنے والے) کو پہچانتا ہے۔ فتاویٰ عزیزی جلد دوم ص ۲۶۲ میں ہے: "اور اموات کے پاس جو شخص جاتا ہے اور دعا کرتا ہے اور کلام کرتا ہے تو ان اموات کو یہ سب معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ ان کے حواس باقی رہتے ہیں۔"

شوق وطن، ص ۲۷ میں جناب اشرفعلی تھانوی لکھتے ہیں: "**عن عمرو بن دينار قال مامن ميت يموت الا روحه في يد ملك ينظر الى جسده كيف يغسل و كيف يكفن و كيف يمشي به ويقال له وهو على سريره اسمع ثناء الناس عليك. اخرجه ابو نعيم في الحلية** ترجمہ: عمرو بن دینار سے روایت ہے کہ جو میت مرتا ہے اس کی روح ایک فرشتہ کے ہاتھ میں رہتی ہے اپنے جسد کو دیکھتی ہے ہے کہ کیوں کر اس کو غسل دیا جاتا ہے کیوں کر کفن دیتے ہیں کیوں کر لے کر چلتے ہیں اور لاش ابھی تختہ ہی پر ہوتی ہے کہ اس سے فرشتے کہتے ہیں کہ لوگ تیری تعریف کر رہے ہیں، سن لے (کہ بشارت عاجلہ مقدمہ ہے خیر آئندہ کا)۔"

امام ابن ماجہ (م ۲۷۳ھ) کے استاد امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن عبید ابن ابی الدنیا (م ۲۸۱ھ) روایت کرتے ہیں امام اجل بکر بن عبداللہ مزنی (م ۱۰۸ھ) سے کہ انہوں نے فرمایا: مجھے حدیث پہنچی کہ جو شخص مرتا ہے اس کی روح ملک الموت کے ہاتھ میں ہوتی ہے لوگ اسے غسل و کفن دیتے ہیں اور وہ دیکھتا ہے کہ اس کے گھر والے کیا کرتے

ہیں وہ ان سے بول نہیں سکتا کہ انہیں شور و فریاد سے منع کرے (شرح الصدور ص ۳۹) یعنی مردے جواب تو دیتے ہیں خواہ اسے زندہ نہ سن پائیں۔ چناں چہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ (م ۷۴ھ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور مرد اسے اپنی گردنوں پر اٹھاتے ہیں، تو اگر (وفات شدہ) نیک ہوتا ہے کہتا ہے مجھے آگے بڑھاؤ (یعنی جلد لے چلو) اور اگر بد ہوتا ہے (تو) کہتا ہے ہائے خرابی اس کی کہاں لئے جاتے ہو۔ ہر شے اس کی آواز سنتی ہے سوائے انسان کے اور اگر انسان سنے تو بے ہوش ہو جائے۔ (بخاری، ص۱۷۶/۱)

صحیح مسلم شریف، ص۷۶/۱ میں ہے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (م ۴۳ھ) نے اپنے فرزند حضرت عبداللہ (م۶۵ھ) سے حالت نزع میں فرمایا جب مجھے دفن کر چکو تو مجھ پر تھم تھم کر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا پھر میری قبر کے گرد اتنی دیر ٹھیرے رہنا کہ (جتنی دیر میں) ایک اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم ہو یہاں تک کہ میں تم سے انس حاصل کروں اور جان لوں کہ اپنے رب کے بھیجے ہوئے (فرشتوں) کو کیا جواب دیتا ہوں۔ حضرت شیخ محقق شاہ محمد عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوۃ میں اس حدیث کو بیان کر کے لکھتے ہیں "جب مجھے دفن کرنا تو مجھ پر نرمی و سہولت سے یعنی ذرا ذرا (تھوڑی تھوڑی) کر کے مٹی ڈالنا، یہ اشارہ ہے اس بات کا کہ مردے کو احساس ہوتا ہے اور جس چیز سے زندہ کو درد و تکلیف ہوتی ہے اس سے میت کو بھی ہوتی ہے۔ (اشعۃ اللمعات، ص۲۹۷/۱)۔ المصنف امام عبدالرزاق (م۲۱۱ھ)، مطبوعہ بیروت، ص۴۳۷/۳ میں ہے کہ ام المومنین سید عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ ایک (مردہ) عورت کے سر میں زور سے کنگھی کی جا رہی ہے تو فرمایا کیوں اپنے مردے کی پیشانی کے بال کھینچتے ہو یعنی اسے کیوں تکلیف دیتے ہو؟

اس تفصیل میں قبر کے کچھ احکام اور دفن کے بعد میت کی قبر کو اکھاڑنے کی

ممانعت بھی قارئین نے ملاحظہ فرمائی اور قبر پر عمارت بنانے کے حوالے سے بھی علمائے دیوبند کے فتویٰ میں ملاحظہ فرمایا کہ علامہ شامی نے سادات اور علماء و مشائخ کے مقابر پر قبہ (گنبد) وغیرہ بنانے کو مکروہ (ناپسندیدہ) نہیں فرمایا اور رسول کریم ﷺ کے مبارک گنبد شریف کے بارے جناب اشرفعلی تھانوی کے دو فتوے بھی ملاحظہ فرمائے۔ قبر اور اس سے متعلقہ مسائل واحکام کے بارے میں تمام مکاتب فکر کے علماء سے تمام تفصیل نقل کی جائے تو پوری الگ ضخیم کتاب ہو جائے، تاہم چند ضروری باتیں مختصراً پیش کر رہا ہوں، قارئین ملاحظہ فرمائیں:

☆ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اس حوالے سے اپنی کتاب ''اہلاک الوہابیین علی توہین قبور المسلمین ۱۳۲۲ھ'' اور اپنے فتاویٰ رضویہ میں جو کچھ تحریر فرماتے ہیں اس کا خلاصہ پیش کرتا ہوں، وہ فرماتے ہیں علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ مسلمان مردہ و زندہ کی عزت برابر ہے۔ محقق علی الاطلاق رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۸۵۱ھ) فتح القدیر میں فرماتے ہیں: **الاتفاق علی ان حرمة المسلم میتا کحرمة حیا**۔ اس بات پر اتفاق ہے کہ مردہ مسلمان کی عزت و حرمت زندہ مسلمان کی طرح ہے۔ (ص ۱۰۲/ ۲)

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: **کسر عظم المیت واذاہ ککسرہ حیا**۔ مردے کی ہڈی کو توڑنا اور اسے ایذا پہنچانا ایسا ہی ہے جیسے زندہ کی ہڈی توڑنا۔ اسے امام احمد اور ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بسند حسن ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔ یہ حدیث مسند الفردوس میں ان لفظوں سے ہے، رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں: **المیت یؤذیہ فی قبرہ ما یؤذیہ فی بیتہ**۔ مردے کو قبر میں بھی اس بات سے ایذا ہوتی ہے جس سے گھر میں اسے اذیت ہوتی ہے۔ (ص ۱۹۹/ ۱۔ الدرۃ الفاخرہ فی کشف علوم الآخرۃ، امام غزالی، ص ۱۱۲)

فتاویٰ ثنائیہ ج ۲، ص ۴۹ میں بھی ہے کہ مسلم مردہ کی ہڈی کا احترام لازم ہے اور یہی حدیث بیان کی گئی ہے۔

علامہ مناوی، فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، مطبوعہ بیروت، ص ۵۵۱ / ۴ میں فرماتے ہیں: **افاد ان حرمة المومن بعد موته باقية** اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ مسلمان کی عزت و حرمت بعد موت کے بھی ویسے ہی باقی ہے۔

سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۳۲ھ) فرماتے ہیں: **اذی المومن فی موته کاذاه فی حیاته**۔ مسلمان مردہ کو ایذا دینا ایسا ہے جیسے زندہ کو، اسے ابو بکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا، ردالمحتار اور دیگر معتمد کتب میں ہے، علماء فرماتے ہیں: **المیت یتاذی بما یتاذی به الحی**۔ جس بات سے زندوں کو ایذا پہنچتی ہے مردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں۔ (ردالمحتار مطبوعہ مصر ص ۲۲۹ / ۱)

علامہ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد ابن عبدالبر (م ۴۶۳ھ) سے حضرت شیخ محقق شاہ محمد عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نقل فرماتے ہیں: یہاں سے فائدہ حاصل ہونے والی بات یہ ہے کہ جن چیزوں سے زندہ کو درد والم پہنچتا ہے ان سب سے مردہ کو بھی الم پہنچتا ہے اور یہ لازم ہے کہ جن چیزوں سے زندہ کو لذت حاصل ہو ان تمام چیزوں سے میت کو بھی لذت حاصل ہوتی ہے۔ (اشعۃ اللمعات، ص ۲۹۶ / ۱)

فتاویٰ نذیریہ ج ۱ کے ص ۶۵۲ میں غیر مقلدوں کے "شیخ الکل فی الکل" بھی فرماتے ہیں: "جن چیزوں سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے مردے کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔" ص ۶۵۱ پر فرماتے ہیں: "رسول ﷺ نے فرمایا میت کی ہڈی توڑنا ایسا ہی ہے جیسے زندہ آدمی کی ہڈی توڑنا، یعنی ان دونوں کا گناہ برابر ہے۔ طیبی نے کہا میت کی توہین کرنا ایسا ہی ہے جیسے زندہ کی توہین کرنا۔ ابن مالک نے کہا میت بھی اسی طرح دکھ محسوس کرتی ہے جیسے زندہ۔ عبداللہ بن مسعود نے کہا میت بھی تکلیف محسوس کرتی

ہے اور جیسے زندہ آدمی لذت محسوس کرتا ہے میت بھی کرتی ہے۔"

امداد الفتاویٰ حصہ خامسہ کے ص ۱۶۲ میں ہے: "سوال: ایک مسجد میں صحن مسجد سے علیحدہ ایک قبر پختہ بنی ہوئی ہے اور اس وقت اس قبر کا محض چونا سے نشان بنا ہوا ہے، باقی فرش کے ہم وار ہے۔ اس قبر کے آگے بلندی کے ساتھ دیوار ہے اور یہ دیوار فاصلہ سے ہے اور وضو کے لئے ہے۔ پس زید اگر روبقبلہ ہو کر اس دیوار پر بیٹھ کر وضو کرتا ہے تو قدرے قلیل وضو کے پانی کی اس قبر کے نشان کی طرف چھینٹیں اڑ کر جاتی ہیں تو اس حالت میں زید کا وضو کرنا اس جگہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: عن عائشه ان رسول الله ﷺ قال كسر عظم الميت ككسره حيا رواه مالك و ابوداؤد ابن ماجه (مشكوٰة) آخر الفصل الثانى من باب دفن الميت قال الطيبى اشار ة الى انه لايهان الميت كما لا يهان الحى (حاشيه) وعن عمرو بن حزم قال رانى النبى ﷺ متكأ على قبره فقال لاتوذ صاحب هذا القبر ولا يوذه رواه احمد (مشكوٰة) قال الحافظ فى الفتح اى لاتهنه الخ (حاشية تنقيح الرواة) ان روایات اور ان کی درایات سے مفہوم ہوا کہ جو معاملہ کسی کے ساتھ حیات میں موذی اور مکروہ ہے بعد ممات بھی وہی حکم ہے اور ظاہر ہے کہ اگر کسی زندہ شخص کے پاس بیٹھ کر اس طرح وضو کریں کہ اس پر چھینٹیں پڑیں تو وہ اس سے متاذی ہوگا اور موجب اہانت سمجھے گا پس قبر کو بھی اس سے بچانا ضروری ہے البتہ اگر نشان بھی نہ رہے تب کچھ ہرج نہیں۔ ۶/ ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ۔ (تھانوی)"

☆ ہمارے علماء نے یہاں تک تصریح فرمائی کہ قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہو اس میں آدمیوں کو چلنا حرام ہے۔ (ردالمحتار مطبوعہ مصر، ص ۲۲۹/ ۱) اور فرماتے ہیں کہ مقبرے کی گھاس کاٹنا مکروہ (ناپسندیدہ) ہے کیوں کہ جب تک وہ تر و تازہ رہتی ہے اللہ

تعالٰی کی تسبیح کرتی ہے اس سے اموات کا دل بہلتا ہے اور ان پر رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ ہاں خشک (سوکھی) گھاس کاٹنا جائز ہے مگر وہاں سے تراش کردہ گھاس جانوروں کے پاس لے جائیں، جانوروں کو قبرستان میں گھاس چرنے کے لئے چھوڑنا منع ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، مطبوعہ پشاور، ص۱۷۶/۲)

ابوداؤد (م ۲۷۵ھ)، نسائی (م ۳۰۳ھ) اور طحاوی وغیرہ ہم نے بشیر بن خصاصیہ سے روایت کی اور لفظ امام حنفی کے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک شخص کو قبروں کے درمیان جوتیاں پہن کر چلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا، کم بختی تیری، اے جوتیوں والے، اپنی جوتیاں اتار دے۔ (شرح معانی الآثار، مطبوعہ کراچی ص ۳۴۲/۱۔ فتاویٰ نذیریہ ص ۶۶۰/۱ میں بھی یہ روایت درج ہے)

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: **لان یجلس احدکم علی جمرۃ فتحرق ثیابہ حتی تخلص الی جلدہ خیرلہ من ان یجلس علی قبر۔** (سنن ابی داؤد، ص ۱۰۴/۲۔ عمدۃ القاری ص ۷۶/۸) بے شک آدمی کو آگ کی چنگاری پر بیٹھا رہنا یہاں تک کہ وہ اس کے کپڑے جلا کر جلد (کھال) تک توڑ جائے اس کے لئے بہتر ہے اس سے کہ قبر پر بیٹھے۔ اسے مسلم اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

طحاوی نے معانی الآثار میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں بسند حسن اور حاکم اور ابن مندہ نے عمارۃ بن حزم سے روایت کی کہ: **قال رانی رسول اللہ ﷺ جالسا علی قبر فقال یا صاحب القبر انزل من علی القبر لا توذی صاحب القبر ولا یوذیک ولفظ امام الحنفی فلا یوذیک۔** مجھے رسول اللہ ﷺ نے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا تو فرمایا، اے قبر پر بیٹھنے والے قبر سے اتر آ، نہ تو قبر والے کو ایذا و تکلیف دے اور نہ وہ تجھے ایذا دے اور امام حنفی کے لفظ یہ ہیں فلا یوذیک پس وہ تجھے تکلیف نہ دے۔

امام احمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی مسند میں یوں روایت کیا، عمرو بن حزم (م ۵۳ھ) کو نبی پاک ﷺ نے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا تو فرمایا لا تؤذ وا صاحب القبر۔ صاحب قبر کو ایذا نہ دے۔ (مشکوٰۃ، مطبع دہلی، ص ۱۴۹/۱)

شیخ محقق حضرت شاہ محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: شاید مراد یہ ہے کہ اس (قبر والے) کی روح ناراض ہوتی ہے اپنی قبر پر تکیہ لگانے کی وجہ سے توہین محسوس کرتی ہے۔ (اشعۃ اللمعات، ص ۶۹۹، ج ۱)

امام علامہ محدث عارف باللہ حکیم الامۃ سیدی محمد بن علی ترمذی رحمتہ اللہ علیہ (م ۲۵۵ھ) نے اس توجیہ پر جزم (اس وجہ پر دلیل کو پختہ) فرمایا۔ تصریح (صاف طور پر واضح) فرماتے ہیں کہ ارواح کو ان کی بے حرمتی اور تنقیصِ شان معلوم ہو جاتی ہے، اس لئے ایذا پاتی ہیں۔

علامہ سیدی عبدالغنی نابلسی رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۱۴۳ھ) نے حدیقہ ندیہ (مطبوعہ فیصل آباد، ص ۵۰۵/ ۲) میں نوادر الاصول سے نقل کرتے ہوئے فرمایا، اس کے معنی یہ ہیں کہ ارواح اپنی ذلت واہانت جان لیتی ہیں، پس انہیں اس سے اذیت ہوتی ہے۔

ابن ماجہ (مطبوعہ کراچی ص ۱۱۳) میں ہے، عقبہ بن عامر (م ۵۸ھ) روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: **لان امشی علی جمرۃ اوسیف او اخصف نعلی برجلی احب الی من ان امشی علی قبر۔** البتہ چنگاری یا تلوار پر چلنا یا اپنے پاؤں سے اپنی جوتی گانٹھنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں کسی قبر پر چلوں۔

الترغیب والترہیب (مطبوعہ مصر، ص ۳۷۲/ ۲) میں ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۳۲ھ) فرماتے ہیں: **لان اطاء علی جمرۃ احب الی من ان اطاء علی قبر مسلم،** (رواہ الطبرانی فی الکبیر باسناد حسن قالہ امام عبدالعظیم) بے شک مجھے آگ پر پاؤں رکھنا زیادہ پیارا ہے مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھنے سے، اسے

طبرانی (م ۳۶۰ھ) نے معجم کبیر میں اسناد حسن سے روایت کیا جیسا کہ امام عبد العظیم (م ۶۵۶ھ) نے کہا ہے۔ کسی صحابی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا: کما اکره اذی المومن فی حیاته فانی اکره اذاه بعد موته، میں جس طرح مسلمان کی ایذا اس کی زندگی میں مکروہ (ناپسندیدہ) رکھتا ہوں یونہی اس کی موت کے بعد اس کی ایذا ناپسند کرتا ہوں۔

ان احادیث کے مطابق علمائے اسلام نے قبر پر چلنے، بیٹھنے اور پاؤں رکھنے سے سخت منع فرمایا ہے۔ علماء نے واضح فرمایا ہے کہ قبرستان میں میت کے لئے قبر کھودنے یا میت کو دفن کرنے کے لئے جانا ہو اور قبروں کے درمیان خالی راستہ نہ ہو تو ایسی مجبوری میں نہایت احتیاط سے چلتے ہوئے کسی قبر پر پاؤں آجائے تو ضرورۃً ایسا کرنا، جائز ہوگا لیکن ایسی اہم ضرورت کے بغیر جائز نہیں ہوگا اور قبروں کو روندنا یا قبروں پر بیٹھنا سخت ناپسندیدہ ہے اور ایسا کرنے والا گناہ گار ہوگا۔ طریقہ محمدیہ مطبوعہ دہلی ص ۲۵۵/ ۲ میں ہے: من افات الرجل المشی علی المقابر۔ پاؤں کی آفتوں میں سے قبروں کا روندنا ہے۔

شرح الصدور میں ہے امام محدث حافظ الحدیث ابو بکر بن ابی الدنیا، حضرت ابو قلابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۱۰۴ھ) سے راوی کہ میں ملک شام سے بصرہ کو آتا تھا، پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سو رہا، جب جاگا تو ناگاہ سنا کہ قبر والا مجھ سے شکایت کرتا اور فرماتا ہے کہ تو نے رات بھر مجھے ایذا پہنچائی۔ اسی کتاب میں ہے کہ امام حافظ ابن مندہ، قاسم بن مخیمرہ (م ۱۱۱ھ) سے راوی کہ کسی شخص نے ایک قبر پر پاؤں رکھا، قبر سے آواز آئی: الیك عنی ولا تؤذونی، اپنی طرف ہٹ یعنی مجھ سے الگ ہو جا اور مجھے ایذا نہ دے۔ (احیاء علوم الدین، ص ۵۲۳/ ۴ میں امام غزالی اور کتاب الروح، ص ۸ میں ابن قیم نے بھی ان روایات کو نقل کیا ہے)۔ اور مراقی الفلاح مطبوعہ کراچی ۳۴۲ میں ہے: مردوں کو

جوتیوں کی پھپھل (چلنے میں جوتوں سے جو آواز آتی ہے اس) سے تکلیف ہوتی ہے۔

فتاویٰ عزیزی، ج ۲ کے صفحہ ۲۴۸ میں ہے: "صحیح احادیث میں وارد ہے کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا: ادفنوا موتا کم وسط قوم صالحین فان المیت یتاذی من جار السوء کما یتاذی الحی۔ یعنی دفن کرو اپنی اموات کو نیک لوگوں کے درمیان میں اس واسطے کے میت کو اذیت ہوتی ہے برے ہمسایہ سے جس طرح زندہ کو برے ہمسایہ سے اذیت ہوتی ہے۔"

شوق وطن، ص ۵۲ پر جناب اشرفعلی تھانوی لکھتے ہیں: "عن ابن عباس قیل یارسول اللہ ﷺ وھل ینفع الجار الصالح فی الآخرۃ؟ قال ھل ینفع فی الدنیا؟ قال نعم، قال کذلك فی الآخرۃ۔ ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ عرض کیا گیا یارسول اللہ ﷺ، کیا نیک ہمسایہ آخرت میں کچھ کام آتا ہے؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ کیا دنیا میں کام آتا ہے؟ سائل نے عرض کیا کہ ہاں۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ اسی طرح آخرت میں کام آتا ہے۔" تھانوی صاحب مزید لکھتے ہیں: عن عبداللہ بن نافع المزنی قال مات رجل بالمدینۃ فدفن بھا فرآہ رجل کانہ من اھل النار فاغتم لذلك ثم اریه بعد سابقه وثامنة کانه من اھل الجنۃ فساله قال دفن معنا رجل من الصالحین فشفع فی اربعین من جیرانه فکنت فیھم. اخرجه ابن ابی الدنیا۔ ترجمہ:۔ عبداللہ بن نافع مزنی سے روایت ہے کہ ایک شخص مدینے میں مر گیا اور وہیں دفن کر دیا گیا اس کو ایک شخص نے (خواب میں) دیکھا کہ وہ دوزخی ہے وہ مغموم ہوا، پھر ساتویں یا آٹھویں دن بعد دیکھا کہ وہ جنتی ہے، اس نے اس سے پوچھا، جواب دیا کہ ہمارے پاس ایک شخص صلحاء میں سے دفن کیا گیا ہے اس کی سفارش آس پاس کے چالیس آدمیوں کے بارے میں مقبول ہوئی، ان میں سے ایک میں تھا۔" فیض الباری، ص ۲۷۹/ ۲، میں جناب انور شاہ کشمیری نے

فیض الباری، ص ۴۷۶/ ۲، میں جناب انور شاہ کشمیری نے صالحین کے پڑوس میں دفن ہونے کی تمنا کا جواز، حدیث سے ثابت کیا ہے۔

فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: بحمد اللہ تعالیٰ حکم مسئلہ آفتاب کی طرح روشن ہو گیا، جب حضور اکرم ﷺ نے قبر پر بیٹھنے اور اس سے تکیہ لگانے اور قبرستان میں جوتا پہن کر چلنے والوں کو منع فرمایا اور علماء نے اس خیال سے کہ قبروں پر پاؤں نہ پڑیں تو قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہو اس میں چلنے کو بھی حرام بتایا اور حکم دیا کہ قبروں پر پاؤں نہ رکھیں بلکہ قبر کے پاس (قبر کو تکیہ بنا کر) نہ سوئیں، زیارت میں بھی آداب ملحوظ رکھیں، قبروں پر (اگنے والی) تازہ گھاس نہ کاٹیں اور سوکھی گھاس کاٹیں تو وہاں سے لے جا کر جانوروں کو ڈالیں، جانوروں کو قبرستان میں گھاس چرنے کے لیئے نہ چھوڑیں اور واضح طور پر صاف فرمایا کہ زندہ و مردہ مسلمان کی عزت برابر ہے اور جس بات سے زندوں کو ایذا پہنچتی ہے مردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں اور مردوں کو تکلیف دینا حرام ہے تو اس سے اندازہ کر لیا جائے کہ قبرستان یا قبروں پر رہنے کا مکان بنا کر اس میں چلنا پھرنا، بیٹھنا لیٹنا، بول و براز (پیشاب و پاخانہ) کرنا اور جماع (ہم بستری) کرنا یا قبروں کو مسمار کر کے ان پر چلنے کا راستہ بنانا اور قبروں کو پاؤں سے روندنا کس قدر سنگین جرم ہوگا اور ایسا کرنے والے پر کتنا عذاب ہوگا؟

☆ فتاویٰ رضویہ میں ہے: "مسئلہ! کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قدیم قبر اگر کسی وجہ سے کھل جائے یعنی اس کی مٹی الگ ہو جائے اور مردہ کی ہڈیاں وغیرہ ظاہر ہونے لگیں تو اس صورت میں قبر کو مٹی دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کس صورت سے دینا چاہئے؟

الجواب: اس صورت میں اسے مٹی دینا فقط جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے کہ ستر مسلم لازم ہے اور اس بارے میں کوئی صورت بیان میں نہ آئی، ستر (چھپانا) لازم ہے اور کشف (کھولنا) ممنوع، اس طرح چھپائیں کہ (میت اور قبر کو) زیادہ نہ کھولنا پڑے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ وقد انکشفت قدم لما انهدم جدر الحجرة الشريفة فی زمان الوليد ففزع الناس وظنوا انها قدم النبی ﷺ فما وجدوا احدا يعلم ذلك حتی قال لهم عروة لا والله ماهی قدم النبی ﷺ ما هی الاقدم عمر رضی الله عنه تعالیٰ عنه كما فی صحيح البخاری عن هشام عن ابيه واخرج ابن زباله وغيره ان قال عمر بن عبدالعزيز رضی الله تعالیٰ عنه لمن امره ببناء الحائط ان غط مارأيت ففعله۔ ولید (م ۹۶ھ) کے زمانے میں جب روضہ پاک کی دیوار منہدم ہوئی تو ایک قدم کھل گیا جس سے لوگ گھبرا اٹھے، انہیں گمان ہوا کہ نبی کریم ﷺ کا قدم مبارک ہے۔ کسی ایسے آدمی کو تلاش کیا جو اس سے آگاہ ہو (یعنی پہچانتا ہو) یہاں تک کہ حضرت عروہ (م ۹۴ھ) نے کہا اللہ کی قسم یہ نبی پاک ﷺ کا قدم مبارک نہیں یہ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہی قدم ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہشام بن عروہ (م ۱۴۶ھ) سے مروی ہے وہ اپنے والد سے راوی ہیں اور ابن زبالہ وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۱۰۱ھ) نے جس کو (وہ) دیوار تعمیر کرنے کا حکم دیا تھا اس سے فرمایا، جو تم نے دیکھا اسے چھپادو، اس نے ایسا ہی کیا۔ بخاری جلد اول کے حوالے سے یہی واقعہ حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی نے بھی اپنی کتاب جاء الحق کے ص ۲۸۴ پر نقل کیا اور علامہ قرطبی نے التذکرہ مطبوعہ بیروت کے ص ۱۸۰ پر اسے نقل کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ص ۸/۲۲۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

☆ جناب اشرفعلی تھانوی کی کتاب شوق وطن ص ۲۹ (مطبوعہ کراچی) میں ہے:

"عن ابن عمر ان النبی ﷺ قال ان المومن اذا مات تجملت المقابر بموته فليس منه بقعة الاوهی تتمنی ان يدفن فيها۔

(رواہ ابن عدی وابن مندہ وابن عساکر)

ترجمہ: ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ مومن جب مر جاتا ہے تو تمام مواقع خیر کے اس کے مرنے پر اپنی آرائش کرتے ہیں سو کوئی حصہ ان میں کا ایسا نہیں ہے جو اس کی تمنا نہ کرتا ہو کہ وہ اس میں مدفون ہو۔"...... ص ۳۲ پر ہے: "عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ ﷺ قال اذا دفن العبد المومن قال له القبر مرحبا واهلا اما ان كنت لاحب من يمشى على ظهرى الى فاذا وليتك اليوم وصرت الى فسترى صنعى بك فيتسع له مدبصره ويفتح له باب الى الجنة قال وقال رسول الله ﷺ القبر روضة من رياض الجنة او حفرة من حفر النار۔(اخرجہ الترمذی) ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بندۂ مومن دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے ع بیا بیا و فرود آ کہ خانہ خانہ تست، تو ان سب میں میرے نزدیک زیادہ محبوب ہوتا تھا جو میری سطح پر چلتے تھے سو جب آج میں تیری کارپرداز بنائی گئی ہوں اور تو میرے پاس آیا ہے تو میرا معاملہ اپنے ساتھ دیکھے گا، پس حد نظر تک وہ اس پر فراخ ہو جاتی ہے اور بہشت کی طرف اس کے لئے دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے (یعنی صالح کے لئے) یا دوزخ کے خندقوں میں سے ایک خندق ہے (یعنی طالح کے لئے)"...... ص ۳۴ پر ہے: "عن ابی هريره قال قال رسول الله ﷺ والذى نفسى بيده ان الميت اذا وضع فى قبره ان يسمع خفق نعالهم حين يولون عنه فاذا كان مومنا جاء ت الصلوة عند رأسه والزكوة عن يمينه والصوم عن شماله وفعل الخيرات والمعروف والاحسان الى الناس من قبل رجليه فيوتى من قبل راسه فتقول الصلوة ليس من قبلى مدخل فيوتى من قبل يمينه فتقول الزكوة ليس من قبلى مدخل فيوتى من قبل شماله فيقول الصوم ليس من قبلى مدخل فيوتى

من قبل رجليه فيقول فعل الخيرات ومايليها من المعروف والاحسان الى الناس ليس من قبلنا مدخل و فی آخر الحدیث فیعاد الجسد الی اصله من التراب ویجعل روحه فی النسیم الطیب وهو طیر اخضر تعلق فی شجر الجنة۔(اخرجہ ابن ابی شیبہ والطبرانی فی الاوسط وابن حبان فی صحیحہ والحاکم والبیہقی)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ مردہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے وہ لوگوں کی واپسی کے وقت ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے، پس اگر وہ مومن ہوا تو نماز اس کے سرہانے آجاتی ہے اور زکوٰۃ اس کے داہنی طرف اور روزہ اس کے بائیں طرف اور خیر اور نیکی اور احسان لوگوں کے ساتھ کیا تھا وہ پیروں کی جانب آجاتا ہے سو اگر سرہانے کی طرف عذاب آتا ہے تو نماز کہتی ہے میری طرف سے جگہ نہیں ملے گی پھر داہنی طرف سے آتا ہے تو زکوٰۃ کہتی ہے کہ میری طرف سے جگہ نہیں ملے گی پھر بائیں جانب سے آتا ہے تو روزہ کہتا ہے میری طرف سے جگہ نہیں ملے گی پھر پاؤں کی طرف سے آتا ہے تو امور خیر اور جو نیکی اور احسان کے کام لوگوں سے کئے تھے وہ کہتے ہیں کہ ہماری طرف سے جگہ نہ ملے گی اور اسی حدیث کے آخر میں ہے کہ پھر جسد تو اپنی اصل یعنی خاک میں مل جاتا ہے (یعنی اکثر ورنہ بعض کے اجساد بحالہ رہتے ہیں)۔(☆) اور روح اس کی ہوائے لطیف یا ارواح طیبہ میں رہتی ہے اور وہ سبزہ پرندہ کے قالب میں

☆ قبر میں ہر جسم بوسیدہ نہیں ہوتا، اولیاء اللہ، باعمل علماء، شہداء، اللہ کی رضا چاہنے یعنی طالب ثواب والا موذن، باعمل حافظ قرآن، سرحد کا پاسبان، طاعون میں صبر کے ساتھ اور اجر چاہتے ہوئے مرجانے والا، کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والا، یہ وہ لوگ ہیں جن کے بدن بگڑتے نہیں۔(شرح زرقانی علی الموطا مطبوعہ مصر ص ۸۴/ ۲)۔امام عبدالرزاق (م ۲۱۱ھ) کی المصنف مطبوعہ بیروت کے ص ۴۸۳/ ۳ میں ہے، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ (م ۷۸ھ) فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے: جب حافظ قرآن مرتا ہے اللہ تعالیٰ زمین کو حکم فرماتا ہے کہ اس کا گوشت نہ کھانا، زمین عرض کرتی ہے اے رب میں اس کا گوشت کیسے کھاؤں گی جب کہ تیرا کلام اس کے سینے میں ہے۔

ہو کر درخت جنت میں جاگزیں ہو جاتی ہے۔"

علامہ کمال الدین الدمیری (م ۸۰۸ھ) کی مشہور عربی کتاب "حیات الحیوان الکبری" کا اردو ترجمہ ادارہ اسلامیات، لاہور نے ۱۴۱۲ھ میں شائع کیا ہے، کتاب پر درج اردو ترجمہ نگاروں کے نام یہ ہیں: محمد عباس فتح پوری، محمد عرفان سر دھنوی، نثار احمد گونڈوی۔ اس کتاب کی جلد دوم کے ص ۹۲ سے سورۃ البروج کی آیات، قتل اصحب الاخدود النار ذات الوقود کے تحت برسوں بعد بھی قبر میں جسم صحیح و سالم رہنے کے حوالے سے یہ واقعہ (جو عربی کتاب مطبوعہ مصر کی جلد اول کے ص ۳۱۸ پر درج ہے) اپنے قارئین کے لئے مکمل نقل کر رہا ہوں ملاحظہ ہو:

"اس آیت کی تفسیر میں مؤلف، رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث جو کہ صحیح مسلم و دیگر کتب حدیث میں منقول ہیں، بیان کرتے ہیں، اس حدیث کو حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک بادشاہ تھا اور اس کے یہاں ایک کاہن اور بروایت دیگر ساحر تھا، ایک دن اس نے بادشاہ سے کہا کہ چوں کہ میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں اور مجھ کو اندیشہ ہے کہ اگر میں مر گیا تو یہ میرا علم تم سے منقطع ہو جائے گا، لہٰذا تم میرے لئے کوئی ذہین اور سریع الفہم لڑکا تلاش کر دو تاکہ اس کو میں اپنا یہ علم سکھا دوں۔ چناں چہ بادشاہ نے اس کی منشاء کے مطابق ایک لڑکا تلاش کرادیا اور اس کو حکم دیا کہ وہ شاہی ساحر کے پاس تعلیم حاصل کرنے کے لئے آیا کرے۔ چناں چہ وہ لڑکا حسب الحکم، ساحر کے پاس آنے جانے لگا۔ چناں چہ جس راستے سے وہ لڑکا ساحر کے پاس آتا، اس راستے میں کسی راہب کی ایک خانقاہ بھی تھی۔ (معمر کہتے ہیں کہ میرے گمان میں نصاریٰ اس وقت تک دین حق پر قائم تھے، یعنی یہ راہب اس وقت دین حق پر تھا۔) چناں چہ لڑکا جب ساحر کے پاس آتا جاتا تو راستہ میں اس راہب کے پاس بھی بیٹھ جاتا اور اس سے بات چیت کرتا، چناں چہ اس کو ساحر کے

پاس پہنچنے میں کچھ دیر لگ جاتی، اس پر ساحر نے لڑکے کے والدین سے کہلا بھیجا کہ تمہارے لڑکے نے میرے پاس آنا بہت کم کر دیا ہے۔ لڑکے نے ساحر کی اس شکایت سے راہب کو بھی مطلع کر دیا، چناں چہ راہب نے لڑکے سے کہا کہ جب تجھ کو ساحر سے ڈر لگا کرے تو تم اس سے یہ کہہ دیا کرنا کہ مجھ کو گھر والوں نے روک لیا تھا اور جب گھر والے دیر سے (گھر) پہنچنے پر تجھ سے باز پرس کریں تو کہہ دیا کرنا کہ مجھ کو ساحر نے دیر سے چھوڑا ہے۔

چناں چہ لڑکا کچھ دن ایسا ہی کرتا رہا، ایک دن وہ چلا آرہا تھا کہ ایک دابہ عظیمہ (بڑا جانور) نمودار ہوا اور لوگ اس کے ڈر سے راستہ چلنے سے رک گئے۔ لڑکے نے جب یہ نظارہ دیکھا تو دل میں سوچنے لگا کہ آج ساحر اور راہب کا عقدہ کھل جائے گا کہ آیا ساحر سچا ہے یا راہب؟ چناں چہ اس نے ایک پتھر اٹھایا اور یہ کہہ کر کہ "یااللہ! اگر تیرے نزدیک راہب کا عمل ساحر کے عمل سے محبوب ہے تو اس دابہ کو ہلاک کر دے" (وہ پتھر) اس (جان ور) کے مار دیا۔ خدا کی قدرت کہ پتھر لگتے ہی وہ جان ور ہلاک ہو گیا۔ یہ دیکھ کر لوگ آپس میں کہنے لگے کہ اس لڑکے کو کوئی ایسا علم حاصل ہے جو دوسروں کو (حاصل) نہیں۔ اتفاق سے بادشاہ کا ایک مصاحب نابینا تھا۔ جب اس کو اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ لڑکے کے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ اگر تو میری بینائی واپس لا دے تو میں تجھ کو اتنا انعام دوں گا۔ لڑکے نے جواب دیا کہ مجھ کو انعام کی قطعی حاجت نہیں، البتہ میری آپ سے یہ شرط ہے کہ اگر آپ اچھے ہو گئے (یعنی آپ کی بینائی واپس آگئی) تو کیا اس ذات پاک پر جس کے حکم سے آپ اچھے ہوں گے، ایمان لے آئیں گے؟ نابینا نے یہ شرط منظور کر لی اور کہا کہ میں ضرور ایسا کروں گا، چناں چہ لڑکے نے اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے دعا مانگی، چناں چہ دعا ختم ہوتے ہی نابینا (شخص) بینا ہو گیا اور اس نے دین حق قبول کر لیا۔

اس کے بعد یہ (بینا ہونے والا) شخص حسب معمول، بادشاہ کی مجلس میں آکر بیٹھ

گیا، بادشاہ نے اس کو بینا دیکھ کر پوچھا کہ یہ تیری بینائی کس نے لوٹا دی؟ اس نے جواب دیا کہ میرے رب نے۔ بادشاہ نے حیرت سے پوچھا کہ کیا میرے سوا تیرا اور بھی کوئی رب ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرا اور تیرا رب، اللہ ہے۔ یہ جواب سن کر بادشاہ نے ایک آرہ منگوایا اور اس (شخص) کے سر پر چلوا کر (اس شخص کے) دو ٹکڑے کرا دیئے۔

امام ترمذی کی روایت کے مطابق یہ دابہ (جس کو لڑکے نے پتھر سے ہلاک کیا تھا) شیر تھا اور جب اس لڑکے نے راہب کو شیر کے ساتھ اپنے اس واقعہ کی اطلاع دی تو راہب نے کہا کہ تیری ایک خاص شان ہے اور تو اس کی وجہ سے آزمائش میں مبتلا ہو گا مگر خبردار، میرا کسی سے کچھ تذکرہ نہ کرنا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ جب بادشاہ کو ان تینوں شخصوں کا حال معلوم ہوا تو اس نے ان (تینوں) کو طلب کر لیا اور راہب و نابینا کو آرہ سے چروادیا اور لڑکے کے بارے میں یہ حکم دیا کہ اس کو فلاں پہاڑ پر لے جا کر سر کے بل گرا دو۔ چناں چہ بادشاہ کے فرستادگان اس (لڑکے) کو پہاڑ پر لے گئے اور جب انہوں نے اس (لڑکے) کو (پہاڑ سے نیچے) گرانے کا قصد کیا تو لڑکے نے یہ دعا مانگی کہ "یا اللہ تو جس طرح چاہے ان کو میری طرف سے بھگت لے۔" چناں چہ یہ کہتے ہی وہ لوگ (جو لڑکے کو گرانے آئے تھے وہ خود) پہاڑ سے لڑھکنے لگے اور صرف لڑکا باقی رہ گیا۔ چناں چہ وہ لڑکا واپس بادشاہ کے پاس پہنچا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ میرے آدمی کہاں گئے؟ لڑکے نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف سے ان کا بھگتان کر دیا۔ اس پر بادشاہ نے حکم دیا کہ اس لڑکے کو لے جا کر سمندر میں ڈبو دو۔ چناں چہ اس (بادشاہ) کے آدمیوں نے اس (بادشاہ) کے حکم کی تعمیل کی اور اس (لڑکے) کو لے جا کر سمندر میں دھکا دے دیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے لڑکے کے بجائے ان لوگوں کو ہی ڈبو دیا اور وہ لڑکا پانی پر چلتا ہوا صحیح و سالم باہر نکل آیا اور بادشاہ کے پاس آ کھڑا ہوا۔ بادشاہ لڑکے کو دیکھ کر بہت متحیر ہوا۔ آخر کار

لڑکا خود ہی بادشاہ سے مخاطب ہو کر بولا کہ کیا واقعی آپ کا ارادہ میری جان لینے کا ہے؟ بادشاہ نے اثبات میں جواب دیا۔ اس پر لڑکے نے کہا کہ تم مجھ کو ہرگز نہیں مار سکتے، البتہ اگر مجھ کو مارنا ہی ہے تو اس کی ترکیب یہ ہے کہ مجھ کو ایک تختہ سے باندھ کر ایک تیر یہ کہہ کر مارو "بسم اللّٰہ ربّ ھذا الغلام" مگر مارنے سے پہلے تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کر لینا۔ چناں چہ بادشاہ نے سب لوگوں کو جمع کر کے لڑکے کے ترکش سے ایک تیر نکال کر وہی الفاظ کہہ کر تیر اس کے مارا، چناں چہ تیر سیدھا لڑکے کی کن پٹی پر جا لگا اور اس کو ختم کر دیا۔ لڑکے نے اپنا ہاتھ شہید ہوتے وقت اپنی کن پٹی پر رکھ چھوڑا تھا۔ چناں چہ یہ سارا معاملہ دیکھ کر مجمع نے بیک زبان ہو کر کہا کہ ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے۔ بادشاہ کے مصاحبین نے بادشاہ سے کہا کہ پہلے تو آپ صرف تین ہی شخصوں کے مسلمان ہونے سے گھبرا رہے تھے مگر اب یہ سارا عالم مسلمان ہو گیا اور آپ کے مخالف بھی ہو گیا، اب آپ کیا کریں گے؟ یہ سن کر بادشاہ نے حکم دیا کہ اخدود (خندقیں) کھودی جائیں اور ان میں آگ اور لکڑیاں بھر دی جائیں، اس کے بعد ان تمام لوگوں کو اس میں ڈال دیا جائے، چناں چہ ایسا ہی کیا گیا اور جو شخص بھی اسلام سے منحرف نہ ہوا، اس کو آگ میں جھونک دیا گیا۔

امام مسلم نے اپنی روایت میں یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ جب خندقیں کھود کر اور ان میں آگ جلا کر اہل اسلام کو اس میں جھونکا جا رہا تھا تو بادشاہ کے فرستادگان، ایک عورت کو جس کی گود میں ایک شیر خوار بچہ تھا، آگ میں ڈالنے کے لئے لائے، چناں وہ عورت بچہ کی وجہ سے کچھ مضمحل سی ہو گئی، ماں کی یہ حالت دیکھ کر وہ شیر خوار بچہ بول اٹھا اور کہا کہ اماں جان! گھبرائیے نہیں کیوں کہ آپ حق پر ہیں۔ ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ اس بچہ کی عمر صرف سات ماہ کی تھی۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ وہ لڑکا جو شہید کر دیا گیا تھا (جس کو بادشاہ نے ایک تیر

کے ذریعہ شہید کیا تھا) حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے عہد خلافت میں قبر سے (صحیح و سالم) بر آمد ہوا تھا اور اس کا ہاتھ بدستور اس کی کن پٹی پر رکھا ہوا تھا۔

محمد بن اسحاق، صاحب سیرت نے لکھا ہے کہ اس لڑکے کا نام عبداللہ بن التامر تھا، حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے عہد میں نجران کے کسی شخص نے اپنی کسی ضرورت سے ایک ویرانہ کھودا تو وہاں سے (اس شہید) لڑکے کی لاش بر آمد ہوئی جو ایک دیوار کے نیچے گڑی ہوئی تھی۔ لڑکے کا ہاتھ تیر لگنے کی وجہ سے کن پٹی پر رکھا ہوا تھا اور اس کی انگلی میں ایک انگوٹھی جس پر "ربی اللّٰہ" لکھا ہوا تھا۔ اس واقعہ کی جب حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کو بذریعہ تحریر اطلاع دی گئی تو آپ نے لکھ کر بھیجا کہ لاش کو اس کے حال پر چھوڑ دو، چناں چہ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔

سہیلی فرماتے ہیں کہ لاش کے اپنی اصلی حالت میں قائم رہنے کی تصدیق اس آیت کریمہ سے ہوتی ہے: **ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتا۔** الآیہ (جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو مردہ مت سمجھو۔)

اس کے علاوہ آں حضور ﷺ کی اس حدیث سے بھی تصدیق ہوتی ہے اور وہ (حدیث) یہ ہے: "**ان اللّٰہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء** (اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔)"

یہ حدیث ابوداؤد نے روایت کی ہے اور ابو جعفر الداودی نے بھی اس کو روایت کیا ہے، مگر ان کی روایت میں شہداء، علماء اور مؤذن لوگ بھی شامل ہیں، لیکن وہ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کا اضافہ غریبہ ہے۔ (لیکن داودی ثقہ اہل علم میں سے ہیں) ابن بشکوال کا قول ہے کہ جس بادشاہ کے عہد میں **اخدود النار** کا واقعہ ہوا، اس (بادشاہ) کا نام "یوسف دانواس" تھا اور یہ حمیر اور مضافات حمیر کا حکمران تھا اور نجران اس کا پایہ تخت تھا۔ اور بقول دیگر اس بادشاہ کا نام "ذرعہ ذوانواس" تھا اور بقول

سمرقندی یہ دین یہودیہ کا معتقد تھا اور یہ واقعہ (اخدود النار کا) رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے ستر (۷۰) سال قبل پیش آیا اور واقعہ میں مذکور راہب کا نام قیتمون تھا۔"

شوق وطن، ص ۱۴۱ پر جناب اشرفعلی تھانوی لکھتے ہیں: "نقل السهيل في دلائل النبوة عن بعض الصحابة انه حفر قبر في موطن فانفتحت طاقة فاذا شخص على السرير وبين يديه مصحف يقرأ فيه وامامه روضة خضراء وذلك باحد وعلم انه من الشهداء لانه رأى في صفحة وجهه جرحا فاورد ذلك ابن حبان في تفسيره۔ ترجمہ:۔ بعض صحابہ سے منقول ہے کہ کسی موقع پر انہوں نے قبر کھودی، (اور اتفاق سے اس کے پاس پہلے سے قبر تھی) پس اس کی طرف ایک طاق سا کھل گیا، دیکھتے کیا ہیں کہ ایک شخص تخت پر بیٹھا ہے اور اس کے آگے ایک قرآن رکھا ہے جس میں وہ پڑھ رہا ہے اور اس کے سامنے ایک باغ سبز ہے اور یہ قصہ جبل احد میں ہوا کیوں کہ ان کے چہرے پر زخم بھی دیکھا۔"

مزید ملاحظہ فرمائیں:

سعادت ازہری اردو ترجمہ تفسیر مظہری، ص ۱۲، پارہ سیقول (مطبوعہ سید جمیل الدین احمد میرٹھی، دیوبند ضلع سہارن پور، شعبان ۱۳۴۵ھ) میں ہے: "ذیل کی احادیث واخبار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء اور شہداء اور بعض صالحین کے بدن کو بھی زمین نہیں کھاتی۔ حاکم اور ابوداؤد نے اوس بن اوس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کا جسم حرام فرمادیا ہے اور ابن ماجہ نے بھی ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ امام مالک نے عبدالرحمٰن بن صعصعہ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ کو یہ بات پہونچی ہے کہ عمرو بن الجموح اور عبداللہ ابن جبیر انصاری کی قبر بسبب سیل کے نیچے اتر گئی اور یہ

دونوں حضرات احد کے دن شہید ہوئے اور دونوں ایک ہی قبر میں دفن کر دیئے گئے تھے۔ جب قبر سیل کی وجہ سے خراب ہو گئی تو چاہا کہ انہیں یہاں سے اور جگہ دفن کر دیا جائے۔ قبر کھودی گئی، دیکھا تو اسی طرح ہیں کہیں تغیر نہیں آیا گویا کل دفن کئے گئے ہیں حالاں کہ ان کی شہادت کو اس وقت چھیالیس برس ہو چکے تھے۔ طبرانی نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قبر کو نہ کھودا جائے کہ مردہ کی مخفی حالت معلوم ہو جائے کیوں کہ قبر میں مردہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے مخفی معاملے ہیں نیز فرمایا کہ مردہ کو دفن کرنے کے بعد قبر میں سے نہ نکالنا چاہئے مگر اس صورت میں کہ زمین غضب کی ہوئی ہو یا شفع کے ذریعے وہ زمین لی گئی ہو یا پانی اور دریا کے قرب کی وجہ سے اس کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو یا دارالحرب کی زمین میں مردہ دفن کیا گیا ہو یا مقبرہ آبادی میں آکر پرانا ہو گیا اور وہاں کو آنے جانے میں قبروں کا خیال نہ کیا جاتا ہو اور اونٹوں وغیرہ کا گھیر بنالیا گیا ہو تو ایسی صورتوں میں سے کوئی صورت پیش آجائے تو مردہ کو قبر میں سے نکالنا اس عذر کی وجہ سے جائز ہے اور اس پر فتویٰ ہے۔ ترمذی نے کہا ہے کہ مردہ کو قبر میں سے نہ نکالا جائے مگر کسی عذر سے اور عذر وہی ہیں جو ہم ذکر کر چکے ہیں۔ مستحب یہ ہے کہ میت کو جہاں دفن کیا جائے وہیں رہنے دیں کیوں کہ بعض صحابہ ارض حرب میں مدفون ہوئے اور وہاں سے ان کی قبر کو کھود کر ان کے جنازہ کو نہیں لائے اور اگر کسی عذر سے لے آئیں تو کچھ حرج نہیں۔ فتاویٰ خانیہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے شہر میں مر جائے تو اس کو وہیں رہنے دینا مستحب ہے اور اگر ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف لے جائیں تو کچھ حرج نہیں، اس لئے کہ حضرت یعقوب علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انتقال مصر میں ہوا اور عذر کی وجہ سے ان کو شام لے گئے۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاص کا انتقال مدینہ سے چار فرسخ پر ہوا اور لوگ اپنی

گردنوں پر اٹھا کر مدینہ شریف لائے اور یہ واقعہ ان کے دفن کر دینے کے بعد کا ہے، ان دو کے علاوہ اوروں کی لاشوں کو بھی نقل کرنا مروی ہے۔ اور بیہقی سے مروی ہے کہ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ارادہ نہر کظامہ کے جاری کرنے کا ہوا تو اس کے بہنے کی جگہ شہداء احد کی قبریں واقع ہوئیں تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اعلان کرا دیا کہ احد میں جو لوگ شہید ہوئے تھے ان کے وارث سب یہاں آئیں اور اپنے اپنے لوگوں کو لے جا کر اور جگہ دفن کر دیں، لوگ آئے تو شہداء کو دیکھا کہ سب ترو تازہ ہیں اور بال بڑھے ہوئے ہیں، اتفاقاً ایک شہید کے پاؤں پر پھاوڑا پڑ گیا تو خون کا ایک فوارہ جوش مارنے لگا اور مٹی کھودنے کی حالت میں ایک جگہ سے جو مٹی کھودی تو تمام جگہ مشک کی خوشبو پھیل گئی۔ اس قصہ کو ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے اور بیہقی نے اس قصہ کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اور اس میں اتنا زیادہ ہے کہ پھاوڑا حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر پڑا تھا۔ اور طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب حامل قرآن مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ زمین کو حکم دیتا ہے کہ اس کے گوشت کو نہ کھانا۔ زمین عرض کرتی ہے، اے اللہ میں اس کے گوشت کو کیسے کھا سکتی ہوں اس کے پیٹ میں تو آپ کا کلام ہے۔ ابن مندہ کہتے ہیں کہ اسی مضمون کی احادیث ابو ہریرہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے بھی آئی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں حامل قرآن سے مراد ممکن ہے کہ صدیق ہوں کیوں کہ قرآن پاک کی برکات ان کے ساتھ مخصوص ہیں اور ان کے سوا اور تو برائے نام ہی حامل قرآن ہیں چناں چہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لایمسہ الا المطھرون یعنی نہ مس کرے قرآن کو سوائے پاک صاف لوگوں کے یعنی جو اخلاق رذیلہ سے پاک ہیں وہ مس کریں اور ایسا شخص صدیق ہوتا ہے۔ اور مروزی نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

ہے کہ قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہونچی ہے کہ زمین اس شخص کے جسم پر قابو نہیں پاسکتی جس نے بالکل گناہ نہ کیا ہو۔ میں کہتا ہوں ممکن ہے اس سے مراد اولیاء اللہ ہوں کیوں کہ وہ گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں ان کے قلوب اور اجسام دونوں میں ایسی صلاحیت آجاتی ہے کہ ان سے گناہ کا صدور نہیں ہو سکتا۔ واللہ اعلم۔"

جناب اشرفعلی تھانوی فرماتے ہیں:

"حضور ﷺ کی قبر مبارک کے لئے بہت کچھ شرف حاصل ہے کیوں کہ جسد اطہر اس کے اندر موجود ہے بلکہ حضور (ﷺ) خود، یعنی جسد مع تلبس الروح اس کے اندر تشریف رکھتے ہیں، کیوں کہ آپ (ﷺ) قبر میں زندہ ہیں، قریب قریب تمام اہل حق اس پر متفق ہیں، صحابہ کا بھی یہی اعتقاد ہے۔ حدیث میں بھی نص ہے: ان النبی الله حی فی قبره یرزق کہ آپ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور آپ کو رزق پہنچتا ہے...... حدیث میں ہے: حرم الله اجساد الانبیاء علی الارض (اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے انبیاء کے اجساد کو، یعنی زمین میں ان کے اجساد محفوظ رہتے ہیں۔ (علامہ قرطبی نے التذکرہ (مطبوعہ بیروت) ص ۱۸۶ میں اس حدیث کو نقل کیا ہے۔)

...... بہر حال یہ بات باتفاق امت ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبر میں زندہ رہتے ہیں اور خاص ہمارے حضور (ﷺ) کے بارے میں تو مخالفین بھی حیات کے معتقد ہیں ان کو بھی حضور کی حیات کا اقرار ہے، چناں چہ ایک واقعہ سے ان کا اقرار معلوم ہو جاوے گا۔ تاریخ مدینہ میں یہ واقعہ لکھا ہے اور میں نے خود اس تاریخ میں دیکھا ہے کہ حضور ﷺ کی وفات کے چند صدی بعد (یاد نہیں رہا کہ کس بادشاہ کے وقت میں) دو شخص مدینہ میں حضور پاک کے جسد اطہر کو نکالنے کے لئے آئے تھے۔ مسجد نبوی کے پاس ایک مکان کرایہ پر لے لیا تھا اور دن بھر نماز و تسبیح میں مشغول رہتے تھے، لوگ ان

کے معتقد بھی ہوگئے تھے۔ وہ کم بخت رات کے وقت اس مکان سے قبر شریف کی طرف سرنگ کھودتے تھے اور جس قدر سرنگ کھود لیتے راتوں رات مٹی مدینے سے باہر پھینک آتے تھے اور جگہ برابر کر دیتے تاکہ کسی کو پتہ نہ چلے۔ کئی ہفتہ تک وہ لوگ سرنگ کھودنے میں مشغول رہے، جب ادھر ان لوگوں نے یہ کام شروع کیا، حق تعالیٰ نے اس زمانہ کے سلطان کو (نام یاد نہیں رہا) بذریعہ خواب کے متنبہ کر دیا۔ (☆) خواب میں حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے چہرہ مبارک پر حزن و غم کے آثار ہیں اور آپ بادشاہ کا نام لے کر فرما رہے ہیں کہ مجھے ان دو شخصوں نے بہت ایذا دے رکھی ہے، جلد مجھے ان سے نجات دو۔ خواب میں دونوں شخصوں کی صورت بھی بادشاہ کو دکھلا دی گئی، خواب سے بیدار ہو کر بادشاہ نے وزیر سے اس کا تذکرہ کیا۔ وزیر نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ مدینے میں کوئی حادثہ پیش آیا ہے آپ جلد مدینے تشریف لے

(☆) تھانوی صاحب نے ۵۵۷ھ میں ہونے والا واقعہ لکھتے ہوئے فرمایا ہے کہ انہیں اس سلطان کا نام یاد نہیں رہا۔ قارئین کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ اس بادشاہ کا نام "سلطان نور الدین زنگی" (م ۵۶۹ھ) بتایا گیا ہے۔ علامہ ذہبی (م ۷۴۸ھ) اپنی کتاب "العبر فی خبر من غبر" (مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت) کے ص ۵۸ / ۳ پر سلطان کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

"السلطان نور الدین، الملك العادل ابو القاسم محمود بن اتابك زنکی ابن افسنقر الترکی. تملك حلب بعد ابیه، ثم اخذ دمشق فملکها عشرین سنة. وکان مولده فی شوال سنه احدی عشره وخمس مئه. وکان اجل ملوك زمانه واعدلهم وادینهم واکثرهم جهادا واسعدهم فی دنیاه و آخرته. هزم الفرنج غیر مرة، واخافهم وجرعهم المر. وفی الجملة محاسنه ابین من الشمس واحسن من القمر.

وکان اسمر، طویلا ملیحا، ترکی اللحیة، نقی الخد، شدید المهابة. حسن التواضع، طاهر اللسان. کامل العقل والرأی، سلیما من التکبر، خائفا من الله، قل ان یوجد فی الصلحاء الکبار مثله فضلا عن الملوك. ختم الله بالشهادة ونوله الحسنی ان شاء الله وزیادة، فمات بالخوانیق فی حادی عشر شوال. وعهد بالملك الی ولده الصالح اسماعیل، وعمره احدی عشرة سنة۔"

جائیں۔ بادشاہ نے فوراً فوج ساتھ لے کر بہت تیزی کے ساتھ مدینے کی طرف سفر کیا اور بہت جلد مدینے پہنچ گیا۔ اس عرصے میں وہ لوگ بہت سرنگ کھود چکے تھے اور بالکل جسد اطہر کے قریب پہنچ گئے تھے۔ ایک دن کی بادشاہ کو اور تاخیر ہو جاتی تو وہ لوگ اپنا کام پورا کر لیتے۔ بادشاہ نے مدینے پہنچ کر تمام لوگوں کی مدینے سے باہر دعوت کی اور سب کو مدینہ سے ایک خاص دروازہ سے باہر نکلنے کا حکم کیا اور خود دروازہ پر کھڑے ہو کر ہر شخص کو خوب غور سے دیکھتا جاتا تھا، یہاں تک کہ مدینے کے سب مرد شہر سے باہر نکل آئے، مگر ان دو شخصوں کی صورت نظر نہ پڑی جن کو خواب میں دیکھا تھا، اس لئے بادشاہ کو سخت حیرت ہوئی اور لوگوں سے کہا کہ کیا سب لوگ باہر آگئے؟ لوگوں نے کہا کہ اب کوئی اندر نہیں رہا۔ بادشاہ نے کہا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا، ضرور کوئی اندر رہا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ دو زاہد اندر رہ گئے ہیں، وہ کسی دعوت میں جایا نہیں کرتے اور نہ کسی سے ملتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا مجھے ان ہی سے کام ہے، چناں چہ جب وہ پکڑ کر لائے گئے تو بعینہ وہ دو صورتیں نظر پڑیں جو خواب میں دکھلائی گئی تھیں، ان کو فوراً قید کر لیا گیا اور پوچھا گیا کہ تم نے حضور (ﷺ) کو کیا ایذا دی ہے؟ چناں بڑی دیر کے بعد انہوں نے اقرار کیا کہ ہم نے جسد اطہر کے نکالنے کے لئے سرنگ کھودی ہے، چناں چہ خود بادشاہ نے وہ سرنگ دیکھی تو معلوم ہوا کہ قدم مبارک تک پہنچ چکی ہے۔ بادشاہ نے قدم مبارک کو بوسہ دے کر سرنگ بند کروادی اور زمین کو پانی کی تہہ تک کھدوا کر قبر مبارک کے چاروں طرف سیسہ پلا دیا تاکہ آئندہ کوئی سرنگ نہ لگا سکے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ مخالفین کو بھی جسد اطہر کے صحیح سالم ہونے کا ایسا پختہ اعتقاد ہے کہ کئی سو برس کے بعد بھی اس کے نکالنے کی کوشش کی۔ اگر ان کو جسد اطہر کے محفوظ ہونے کا یقین نہ ہوتا تو وہ سرنگ کیوں لگاتے؟ محض وہم و شبہ پر اتنا بڑا خطرہ کا کام کوئی نہیں کرتا۔ وہ لوگ اہل کتاب ہیں وہ خوب سمجھتے ہیں کہ نبی کے جسم کو زمین نہیں کھا سکتی، وہ

خوب جانتے ہیں کہ حضور نبی برحق تھے، مگر بوجہ عناد کے اقرار نہیں کرتے۔ غرض کہ حضور کا جسد اطہر موافقین و مخالفین سب کے نزدیک بالاتفاق محفوظ ہے اور مع روح ہے جیسا کہ بیان کیا گیا تو ظاہر ہے اور علماء نے بھی تصریح کی ہے کہ وہ بقعہ جس سے جسم متبرک خصوصی مع الروح میں کئے ہوئے ہے، بھی عرش سے افضل ہے کیوں کہ عرش پر معاذ اللہ حق تعالیٰ شانہ بیٹھے ہوئے ہوتے تو وہ جگہ سب سے افضل ہوتی مگر خدا تعالیٰ مکان سے پاک ہیں اس لئے عرش کو مستقر خداوندی نہیں کہا جا سکتا۔" (اشرف الجواب کامل، مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان ۱۹۸۴ء، ص ۲۳۹ تا ۲۴۱۔ مواعظ میلاد النبی، مطبوعہ المکتبۃ الاشرفیہ، لاہور ۱۹۹۲ء۔ ص ۴۰۰ تا ۴۰۴)

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنے رسالہ تذکرۃ الموتی والقبور میں لکھتے ہیں: "(اولیاء اللہ کی) روحیں، زمین و آسمان اور جنت میں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں اور اسی وجہ سے قبر میں ان کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی بلکہ کفن بھی سلامت رہتا ہے۔ ابن ابی الدنیا امام مالک سے راوی ہیں کہ مومنوں کی روحیں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں، مومنین سے مراد کاملین ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے جسموں کو روحوں کی قوت عطا فرماتا ہے، وہ قبروں میں نماز ادا کرتے ہیں، ذکر کرتے ہیں اور قرآن پڑھتے ہیں۔" (ص ۷۵)

اشرف الجواب (مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان ۱۹۸۴ء) کے ص ۱۶۸ تا ۱۷۰ اور کمالات امدادیہ، ص ۱۴ میں ہے:

"(تھانوی نے) فرمایا ایک بار حضرت حاجی (امداد اللہ م ۱۳۱۷ھ) صاحب نور اللہ مرقدہ اور متشدد غیر مقلد سے مناظرہ ہوا، وہ غیر مقلد مدینہ منورہ جانے سے منع کرتا تھا: لاتشد الرحال الا الی ثلثة مساجد، استدلال تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کیا زیارت ابوین (اور) طلب علم کے لئے سفر جائز نہیں؟ اس کا اس (غیر مقلد) نے جواب نہیں دیا، پھر وہ کہنے لگا، اگر جانا جائز بھی ہو تو کوئی فرض واجب تو ہو گا ہی

نہیں کہ خواہ مخواہ جائے۔ حضرت نے فرمایا، ہاں! شرعا تو فرض نہیں لیکن طریق عشق میں تو ہے۔ خیال کیجئے، سلیمان علیہ السلام بیت المقدس بنائیں اور وہ قبلہ بن جائے، حضرت ابراہیم علیہ السلام مسجد بنائیں اور قبلہ قرار پائے اور حضرت محمد ﷺ مسجد بنائیں تو کیا اتنی بھی نہ ہو کہ وہاں لوگ زیارت کو جایا کریں، چوں کہ حضرت ﷺ کی شان عبودیت کی تھی اور شہرت ناپسند تھی اس لئے آپ کی مسجد قبلہ نہیں ہوئی۔ اس (غیر مقلد) شخص نے کہا کہ مسجد نبوی کے لئے تو جانا، جائز ہے مگر روضہ شریف کے قصد سے نہ جانا چاہئے۔ حضرت نے فرمایا کہ مسجد نبوی میں فضیلت آئی کہاں سے ہے؟ وہ حضرت ﷺ کی وجہ سے ہے تو مسجد کے لئے جانا، جائز ہو، اور صاحبِ مسجد جن کی وجہ سے اس میں فضیلت آئی ان کی زیارت کے لئے جانا، ناجائز ہو، عجب تماشا ہے، وہ (غیر مقلد) لاجواب ہوئے"...... تھانوی صاحب فرماتے ہیں "افسوس کہ بعض لوگ ایسے خشک ہیں کہ وہ زیارت قبر شریف کی فضیلت کو نہیں مانتے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ اس کے ناجواز کے قائل ہیں۔ کان پور میں ایک مرتبہ ایک مترجم اربعین حدیث میں بچوں کا امتحان تھا، جلسہ امتحان میں ایسے ہی ایک شخص تھے جو کہ زیارت قبر شریف کو ناجائز سمجھتے تھے۔ ایک بچہ کا امتحان شروع ہوا، اس نے اتفاق سے یہ حدیث پڑھی من حج ولم یزرنی فقد جفانی (جو حج کرے اور میری زیارت نہ کرنے تو اس نے مجھ پر جفا کی۔) ان صاحب نے اعتراض کیا کہ لم یزرنی فرمایا ہے تو یہ آپ کی حالت حیات کے ساتھ خاص ہے، بعد وفات زیارت ثابت نہیں۔ طالب علم بچہ تھا، اشکال سمجھا بھی نہیں نہ اس کو جواب معلوم تھا، وہ سادگی سے آگے پڑھنے لگا، خدا کی شان آگے جو حدیث موجود تھی وہ اس اعتراض ہی کا جواب تھی۔ آگے یہ حدیث تھی: من زارنی بعد مماتی فکانما زارنی فی حیاتی (جس نے میری زیارت کی میری وفات کے بعد گویا اس نے میری حیات میں میری زیارت کی) (علامہ قرطبی نے التذکرہ (مطبوعہ

بیروت) کے ص ۱۰۳ پر اس حدیث کو نقل کیا ہے۔) جتنے علماء اس وقت موجود تھے سب نے ان صاحب سے کہا لیجئے حضرت! آپ کے اعتراض کا جواب من جانب اللہ ہو گیا۔ پس (وہ معترض) خاموش ہو گئے۔" (الکلام الحسن، ص ۲۹۵/۲ میں بھی یہ واقعہ درج ہے۔) تھانوی صاحب فرماتے ہیں:

"غرض دنیا میں ایسے بھی خشک مذاق موجود ہیں جن کو زیارت قبر کا خود تو کیا شوق ہوتا ہے اس کو حرام کر کے دوسروں کو بھی روکنا چاہتے ہیں۔ مگر جو زیارت کر چکے ہیں ان سے پوچھو کہ کس قدر برکات حاصل ہوتے ہیں، بس اب میں بیان کو ایک واقعہ پر ختم کرتا ہوں جس سے زیارت قبر شریف کے برکات اور حضور (ﷺ) کا قبر شریف میں زندہ ہونا معلوم ہو گا۔ سید احمد رفاعی رحمتہ اللہ علیہ (م ۵۷۸ھ) کا واقعہ ہے کہ جب وہ مزار شریف پر حاضر ہوئے، عرض کیا، السلام علیك یا جدی۔ جواب مسموع ہوا (سنا گیا) و علیك السلام یا ولدی۔ اس پر ان کو وجد ہوا اور بے اختیار یہ اشعار زبان پر جاری ہوئے:

في حالت البعد روحي كنت ارسلها تقبل الارض عني وهي نائبتي

فهذه دولة الاشباح قد حضرت فامدد يمينك كي تحظى بها شفتي

پس فوراً قبر شریف سے ایک منور ہاتھ جس کے روبرو آفتاب بھی ماند تھا، باہر نکلا انہوں نے بے ساختہ دوڑ کر اس کا بوسہ لیا اور وہاں ہی گر گئے۔ ایک بزرگ تھے جو اس واقعہ میں حاضر تھے، کسی نے پوچھا کہ آپ کو اس وقت کچھ رشک ہوا تھا؟ فرمایا ہم تو کیا تھے اس وقت ملائکہ کو رشک تھا۔" (الکلام الحسن، ص ۹۸/۱، ۳۴۸/۲، مطبوعہ المکتبۃ الاشرفیہ، لاہور)

بوادر النوادر، ص ۴۰۳ (مطبوعہ ادارہ اسلامیات، لاہور) میں جناب اشرفعلی تھانوی لکھتے ہیں: "اعراس منہی عنہا پر زیارت قبر نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیاس نہ کیا

جاوے جیسا بعض اہل ظاہر نے اس میں تشدد کیا ہے۔ کسی نے نفس سفر میں کلام کیا ہے اور اس حدیث میں تمسک کیا ہے: لاتشد الرحال الا الی ثلثة مساجد لحدیث (سواریاں صرف تین مسجدوں کے لئے تیار کی جاویں مسجد اقصی، مسجد الحرام، مسجد نبوی)۔ حالاں کہ اس حدیث کی تفسیر خود دوسری حدیث میں آگئی ہے: فی مسند احمد عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله ﷺ لا ینبغی للمطی ان یشد رحاله الی مسجد یبتغی فیه الصلوٰة غیر المسجد الحرام والاقصی و مسجدی هذا۔ (مسند احمد میں ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ناجائز ہے مسافر کے لئے یہ بات کہ کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے سواری تیار کرے بجز مسجد حرام و مسجد اقصی اور میری مسجد کے) اور کسی نے اجتماع سے منع کیا ہے اور اس حدیث سے تمسک کیا ہے: لاتجعلوا قبری عیدا۔ حالاں کہ وہاں نہ کوئی تاریخ معین ہے نہ اجتماع میں تداعی یا اہتمام ہے اور عید کے یہی دو لازم ہیں اور بعض نے خیر القرون میں یہ سفر منقول نہ ہونے سے استدلال کیا ہے، حالاں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز سے جو کہ جلیل القدر تابعی ہیں، ثابت ہے کہ وہ روضہ اقدس پر صرف سلام پہنچانے کے لئے قصداً قاصد کو بھیجتے تھے اور کسی سے نکیر منقول نہیں تو یہ ایک قسم کا اجماع ہو گیا اور جب دوسرے کا سلام پہنچانے کے لئے سفر جائز ہے لانه اقرب الی الضرورة لکونه عملا لنفسه اور وہ روایت یہ ہے فی خلاصه الوفاص ۴۷ للسمہودی المتوفی ۱۱۰ھ۔ وقد استفاض عن عمر بن عبدالعزیز انه کان یبرد البرید عن الشام یقول سلم لی علی رسول الله ﷺ وقال الامام ابو بکر بن عمر بن ابی عاصم النهیل من المتقدمین فی مناسك له التزم فیها الثبوت (لعل المراد انه لا یروی فیها الا الروایات الثابتة المقبولة عند اهل الفن) وکان عمر بن عبدالعزیز یبعث بالرسول قاصدا من الشام الی

المدينة ليقرئ النبی ﷺ السلام ثم یرجع، قلت ان رحیل البرید ھذا لم یکن للصلوۃ فی المسجد وھذا ظاھر لاشبھة فیه۔ (سمہودی کی کتاب خلاصہ الوفاص ۷۴ میں مذکور ہے کہ عمر بن عبد العزیز کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ وہ ملک شام سے قاصد کو اس لئے بھیجا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں میرا سلام عرض کرنا اور کہا امام ابو بکر بن عمر بن ابی عاصم (م ۲۸۷ھ) نے اپنی کتاب مناسک میں، جس میں التزام ہے کہ بے اصل روایت نہ لائیں، بیان کیا ہے کہ عمر بن عبد العزیز ملک شام سے ایک قاصد کو مدینہ بھیجا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت مبارک میں سلام عرض کر کے واپس آوے) اور نسائی باب ساعة الاجابة یوم الجمعة میں جو بصرہ بن ابی بصرہ کا قول ہے: لو لقیتك (یا ابا ھریرۃ) من قبل ان تاتیه (ای الطور) لم تاته (اگر میں آپ سے (اے ابو ہریرہ) آپ کے (کوہ طور) جانے سے پہلے ملاقات کر لیتا تو آپ وہاں نہ جا سکتے) اور اس پر حدیث: لاتحمل المطی الا الی ثلثة مساجد (نہ سفر کیا جاوے مگر تین مسجدوں کی طرف) سے استدلال فرمایا تو اس سے مطلق سفر لزیارۃ الطور کی ممانعت لازم نہیں آتی بلکہ سفر باعتقاد قربت سے ممانعت ہے چوں کہ اس کا قربت ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں اور اگر کسی سفر کا موجب قربت ہونا ثابت ہو یا سفر باعتقاد قربت نہ ہو تو وہ اس میں داخل نہیں۔"

☆ امداد الفتاوی معروف بہ فتاوی اشرفیہ ۱۳۴۶ھ مطبوعہ مجتبائی دہلی، جلد چہارم کے ص ۱۱ میں ہے:

"سوال: غیر مقلد لوگ اس حدیث سے تمسک پکڑتے ہیں کہ زیارت قبور اور عرس اولیاء عظام پر یا کسی اور متبرک مکان کو سفر کر کے جانا درست نہیں ہے، وہ حدیث یہ ہے: عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله ﷺ لایشد الرحال الا الی ثلثة مساجد مسجد الحرام والمسجد الاقصی ومسجدی

هذا۔اب علمائے کرام سے دریافت کیا جاتا ہے کہ اس حدیث سے ان مقامات مذکورہ پر سفر کر کے جانے والا گناہ گار ہے یا نہیں؟

الجواب: اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ بہ نیت تضاعف صلوۃ (نماز کے زیادہ ثواب کی نیت سے ان تین مسجدوں کے سوا) اور کسی مسجد کی طرف سفر کرنا ممنوع ہے اس (حدیث) کو زیارت قبور سے کوئی علاقہ نہیں۔(تھانوی ۱۳۲۰ھ)"۔ معجم الشیوخ، ص ۳۸۵/۲ میں علامہ حافظ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی نے بھی یہی واضح کیا ہے۔

(حدیث میں لاتشد کے الفاظ ہیں، لیکن تھانوی صاحب کی کتاب میں لایشد ہی لکھا ہوا ہے، غالبًا یہ کتابت کی غلطی ہے)

الکلام الحسن ص ۲۳۳/۲ میں ہے، تھانوی صاحب فرماتے ہیں: "لاتشد الرحال کے یہ معنی ہیں کہ فضیلت غیر ثابتہ کے حاصل کرنے کے لئے سفر کرنا منع ہے کیوں کہ یہ اختراع فی الدین ہے اور باقی اہل اللہ کے پاس جانا یہ نفع دینی کے لئے جانا ہے اور یہ ثابت ہے......" (امداد الفتاویٰ، حصہ خامسہ کے ص ۶۳۲ پر بھی تھانوی صاحب نے زیارت قبر کی نیت سے سفر پر نجدیوں کے اعتراض کا رد کرتے ہوئے جواب دیا ہے۔)

فتاوی دار العلوم دیوبند مطبوعہ دار الاشاعت کراچی، جلد پنجم میں ہے۔

"سوال: (۱) کسی بزرگ یا ولی یا پیر کے مزار پر قصد (ارادہ) کر کے اور سفر کر کے جانا کیسا ہے؟ (۲) لڑکا اپنے والدین کے مزار پر غیر ملک میں جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:۔(۱) بغیر کسی خاص دن کی تعیین کے اگر کبھی چلا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں، اولیاء اللہ کے مزارات پر جانا برکت سے خالی نہیں۔(۲) جا سکتا ہے۔"(ص ۴۵۸)

☆ ص ۴۳۱ میں عنوان ہے "عورت کو قبر پر جانے کی اجازت ہے یا نہیں؟" اس کے

جواب میں دیوبند کے مفتی لکھتے ہیں: "بعض فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے، بشرطیکہ آہ وبکا نہ ہو لیکن احوط نہ جانا ہی ہے۔" فتاویٰ کے مرتب کرنے والے جناب محمد ظفیر الدین حاشیہ میں لکھتے ہیں: وبزیارة القبور ولو للنساء لحدیث کنت نهیتکم عن زیارة القبور الافزروها (درمختار) قوله بزیارة القبور ای لاباس بها بل تندب الخ وقوله ولو للنساء وقیل تحرم علیهن والاصح ان الرخصة ثابتة لهن بحر، وجزم فی شرح المنیة بالکراهة الخ وقال لخیر الرملی ان کان ذالك لتجدید الحزن والبکاء والندب علی ماجرت به عادتهن فلا تجوز الخ وان کان للاعتبار والترحم من غیر بکاء الخ فلا باس اذا کن عجائز ویکره اذا کن شواب کحضور الجماعة فی المساجد(ردالمحتار باب صلاة الجنائز مطلب فی زیارة القبور، ص ۴۸۳/۱)"(☆)

حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو زیارت قبور کے وقت سلام ودعا کرنا تعلیم فرمایا۔ (کتاب الروح ص ۱۱۴۔ معجم الشیوخ علامہ ذہبی، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ص ۳۵۹/۲، حرف الفاء) شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ص ۷۱۹/۱ میں فرماتے ہیں، اس حدیث میں عورتوں کے لئے زیارت قبور کے جواز کی دلیل ہے۔

اسی طرح امام نووی شرح مسلم کی پہلی جلد کے ص ۳۱۴ میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ان لوگوں کے لئے دلیل ہے جو عورتوں کے لئے زیارت قبور جائز مانتے ہیں۔

☆(میں نے قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا سن لو اب ان کی زیارت کرو...... اور زیارت قبور میں کوئی حرج نہیں بلکہ پسندیدہ ہے...... اور شرح منیہ میں مکروہ ثابت کیا ہے اور اصح یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے رخصت ثابت ہے اگر یہ زیارت غم تازہ کرنے اور رونے چلانے کے لئے ہے جیسا کہ عورتوں کی عادت ہے تو جائز نہیں ہے اور اگر عبرت حاصل کرنے، روئے بغیر رحم کھانے اور صالحین کی قبروں سے برکت لینے کے لئے ہو تو عمر رسیدہ خواتین کے لئے کوئی حرج نہیں۔ مسجد میں جماعت کی حاضری کی طرح اور جوانوں کے لئے ناپسندیدہ ہے۔)

کشف الاسرار عن اصول البزدوی مطبوعہ بیروت کے ص ۱۸۶/۱ میں ہے: وہ فرماتے ہیں "اصح یہ ہے کہ رخصت مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے ثابت ہے اس لئے کہ مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہر وقت قبر رسول ﷺ کی زیارت کرتی تھیں اور جب حج کے سفر پر نکلتیں تو (راستے میں واقع) اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابو بکر کی قبر کی زیارت کرتیں۔" (عمدۃ القاری، ص ۷۰/۸)

حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب "احیاء علوم الدین" میں یہ حدیث نقل کی ہے: "وقال ابن ابی ملکیه، اقبلت عائشة رضی الله عنها یوما من المقابر فقلت یا ام المومنین من این اقبلت؟ قالت من قبراخی عبدالرحمن، فقلت الیس کان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهی عنها؟ قالت نعم، ثم امربها۔" (ص ۵۲۱/۴) اس کا اردو ترجمہ "مذاق العارفین" میں یوں ہے: "اور ابن ملکیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ قبرستان سے تشریف لائیں، میں نے عرض کیا کہ آپ کہاں سے تشریف لائیں؟ انہوں نے فرمایا کہ اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی قبر سے، میں نے عرض کیا کہ کیا آں حضرت ﷺ نے زیارت قبور سے منع نہیں فرمایا تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں، اول منع فرمایا تھا پھر اجازت دے دی تھی۔" (ص ۶۳۱/۴۔ عمدۃ القاری ص ۶۹/۸)

غیر مقلد وہابی عالم جناب ثناء اللہ امرتسری کے فتاویٰ ثنائیہ جلد دوم (مطبوعہ اسلامک پبلشنگ ہاؤس، لاہور) کے ص ۶۱ پر اور فتاویٰ نذیریہ، جلد اول کے ص ۶۵۷ پر ہے: "مردوں کے واسطے زیارت قبور بالاتفاق سنت ہے اور عورتوں کی نسبت اختلاف ہے، اکثر علماء کے نزدیک عورتوں کے لئے بھی زیارت قبور جائز و رخصت ہے اور بعض علماء کے نزدیک مکروہ ہے (☆) اور اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ عورتوں کی

☆ "اور عورتوں کے لئے جو زیارت مکروہ ہے وہ صرف بے قراری اور بے صبری کی وجہ سے ہے۔" (ص ۶۵۷/۱، فتاویٰ نذیریہ)

زیارت قبور کی نسبت حدیثیں مختلف آئی ہیں۔ جو اہل علم عورتوں کے لئے بھی زیارت قبور کو جائز بتاتے ہیں ان کی پہلی دلیل یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک عورت کو ایک قبر کے پاس روتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ اللہ سے ڈر اور صبر کر (رواہ البخاری) اور آپ نے اسے قبر کے پاس بیٹھنے سے منع نہیں فرمایا۔ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تم لوگوں کو زیارت قبور سے منع کیا تھا سو تم لوگ قبروں کی زیارت کرو (رواہ مسلم) وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ اجازت مردوں اور عورتوں دونوں کو شامل ہے۔ اور (۳) تیسری دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی قبر کی زیارت کی تو ان سے کسی نے کہا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو زیارت قبور سے منع نہیں کیا ہے؟ انہوں نے کہا، ہاں! منع کیا تھا (مگر) پھر ان کو زیارت قبور کا حکم کیا۔ (رواہ الحاکم) (☆)

اور (۴) چوتھی دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) جب میں قبروں کی زیارت کروں تو کیا کہوں؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ جب تو قبروں کی زیارت کرے تو کہہ **السلام علی الدیار** الحدیث (رواہ مسلم) اور (۵) پانچویں دلیل یہ ہے کہ حضرت فاطمہ ہر جمعہ کو اپنے چچا کی قبر کی زیارت کرتی تھیں (رواہ الحاکم وھو مرسل) اور (٦) چھٹی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو اپنے باپ ماں دونوں یا ایک کی قبر کی زیارت ہر جمعہ کو کیا کرے تو اس کی مغفرت کی جاوے گی اور وہ بار لکھا جاوے گا (رواہ البیہقی فی شعب الایمان مرسلا) اور جو لوگ عورتوں کے لئے زیارت قبور مکروہ بتاتے ہیں ان میں بعض مکروہ بکراہت

(☆) فتاویٰ نذیریہ ج ۱ کے ص ۶۵۸ میں ہے: "حضرت عائشہ کہنے لگیں جب روکا تھا تو سب کو روکا تھا اور جب اجازت ہوئی تو عورتوں کو بھی ہو گئی...... رسول اللہ ﷺ نے جو زیارت کرنے والی عورتوں کو لعنت کی ہے یہ رخصت سے پہلے تھی جب رخصت ہوئی، عورتوں مردوں کو ہو گئی۔"

تحریمی کہتے ہیں اور بعض مکروہ بکراہت تنزیہی۔ ان لوگوں کی (۱) پہلی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے (اخرجہ الترمذی وصححہ) اور (۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو سامنے آتے ہوئے دیکھا تو پوچھا کہ کہاں سے آتی ہو؟ انہوں نے کہا کہ اس میت کی تعزیت کو گئی تھی۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا شاید تو جنازے کے ہمراہ کدیٰ یعنی قبرستان میں گئی تھی۔ انہوں نے کہا، نہیں۔ (اخرجہ احمد والحاکم وغیرہما) ان لوگوں کی یہی دو دلیلیں ہیں۔ علامہ قرطبی نے ان متعارض ومختلف احادیث کی جمع و توفیق میں جو مضمون لکھا ہے اس کا خلاصہ مجیب نے جواب میں لکھ دیا ہے اور علامہ شوکانی نے اس کو اعتماد کے قابل و لائق بتایا ہے اور بلاشبہ جمع و توفیق کی یہ صورت بہت اچھی ہے۔ واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم۔ کتبہ عبدالرحمٰن مبارک پوری۔ (فتاویٰ نذیریہ، ص۴۰۵/۱)"

فتاویٰ نذیریہ جلد اول (مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ، گوجراں والا) کے ص ۶۵۶ میں ہے: "اگر عورت صابر ہے اور اس سے کسی قسم کے فتنہ کا خوف نہیں ہے اور نہ اس امر کا خوف ہے کہ قبرستان میں جا کر روئے گی چلائے گی اور بے صبری کی حرکتیں کرے گی تو اس کے لئے گاہے گاہے زیارت قبور مطابق سنت کے جائز و رخصت ہے اور اگر بے صبر ہے اور اس سے امر مذکور کا خوف ہے تو اس کے لئے جائز نہیں۔ نیل الاوطار میں ہے، قرطبی نے کہا قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر جو لعنت آئی ہے، یہ بطور مبالغہ ہے اور قبرستان میں اکثر اوقات جانے والی عورتوں کے متعلق ہے کیوں کہ اس سے خاوند کے حقوق ضائع ہوتے ہیں، بے پردگی ہوتی ہے، بعض دفعہ نوحہ کرنے لگتی ہیں، اگر یہ چیزیں نہ ہوں تو پھر جائز ہے کیوں کہ موت کی یاد

کے لئے جیسے مرد محتاج ہیں ایسے ہی عورتیں بھی محتاج ہیں، اس سے دونوں طرح کی حدیثوں کی تطبیق ہو جاتی ہے۔"

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "حضرت امام جعفر علیہ السلام اپنے باپ امام محمد باقر علیہ السلام سے راوی ہیں کہ حضرت فاطمہ زہرا اپنے چچا حضرت حمزہ کی قبر کی زیارت کو چند روز بعد جایا کرتیں اور اس کے پاس نماز پڑھتیں اور رویا کرتیں۔" (مذاق العارفین، ص ۶۳۲ / ۴۔ احیاء علوم الدین، ص ۵۲۱ / ۴۔ عمدۃ القاری شرح بخاری، ص ۷۰ / ۸ میں ہے کہ ہر جمعہ کے دن زیارت کرتیں)

جناب مفتی محمد شفیع دیوبندی اپنی کتاب "سنت و بدعت" (مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی ۱۹۸۱ء) کے ص ۸۴ پر فرماتے ہیں:

"ایصال ثواب کے لئے قبر پر جانے کی ضرورت نہیں (ثواب) ہر جگہ سے پہنچتا ہے البتہ قبر پر جانے سے دوسرے فوائد ہیں، عامہ مومنین کی قبر پر جانے سے عبرت اور اعزا و اقرباء کی قبروں پر عبرت کے ساتھ ادائے حق بھی اور بزرگوں کی قبروں پر اس کے ساتھ برکات بھی۔"

جناب اشرفعلی تھانوی فرماتے ہیں: "ایصال ثواب تو قبور پر حاضر ہو یا نہ ہو دونوں طرح برابر ہے لیکن حاضری سے ارواح کو مسرت ہوتی ہے جیسا کوئی ڈاک کے ذریعے سے روانہ کرے اور کوئی اپنے ہاتھ سے دے۔" (الکلام الحسن، ص ۳۸ / ۲، مطبوعہ لاہور)

کتاب "فضائل صدقات" حصہ دوم کے ص ۷۲۴ پر جناب محمد زکریا کاندھلوی فرماتے ہیں: "حضور کا ارشاد ہے کہ میں نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کرنے کی اجازت مانگی تھی، مجھے اس کی زیارت کی اجازت مل گئی۔ تم لوگ قبرستان جایا کرو، اس لئے کہ یہ چیز موت کو یاد دلاتی ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اس سے عبرت ہوتی

ہے، ایک اور حدیث میں ہے کہ قبرستان جانے سے دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے اور آخرت یاد آتی ہے۔"

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی یہ احادیث اپنی کتاب "احیاء علوم الدین" کے ص ۵۲۱/۴ پر نقل کی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: "زيارة القبور مستحبة على الجملة للتذكر والاعتبار، وزيارة قبور الصالحين مستحبة لاجل التبرك مع الاعتبار۔" قبروں کی زیارت خواہ کسی کی ہوں، موت کی یاد اور عبرت حاصل کرنے کے لئے مستحب ہے اور صلحا کی قبروں کی زیارت عبرت کے علاوہ تبرک کے لئے بھی مستحب ہے۔ (مذاق العارفین، ص ۶۳۱/۴)

کنز العمال مطبوعہ بیروت، ص ۶۵۵/۱۵ میں ہے: "من مر على المقابر وقرأ قل هو الله احد احدى عشرة مرة ثم وهب اجرها للاموات اعطى من الاجر بعدد الاموات۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جو قبرستان سے گزرے اور سورہ اخلاص گیارہ بار پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو بخش دے اسے مردوں کی تعداد کے مطابق ثواب دیا جائے گا۔ اسے دار قطنی دیلمی اور سلفی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے۔ (امداد الفتاویٰ، ص ۵۴۶/۵ میں جناب اشرف علی تھانوی نے بھی اسے نقل کیا)

اردو ترجمہ کتاب "زیارۃ القبور" مصنفہ ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) (مطبوعہ اقبال بک ڈپو صدر کراچی) کے ص ۱۵ پر ہے: (۱) "زیارت قبور کے متعلق مسنون یہ ہے کہ صاحب قبر پر سلام بھیجے اور اس کے حق میں دعا کرے جس طرح جنازہ پر دعا کی جاتی ہے، چناں چہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام کو یہی تعلیم دیتے تھے۔ فرماتے تھے جب قبور کی زیارت کرو تو یوں کہا کرو: السلام عليكم يا اهل ديار قوم مومنين،

وانا ان شاء الله بکم لاحقون، یرحم الله المستقدمین منا والمستاخرین نسال الله لنا ولکم العافیة، اللهم لاتحرمنا اجرهم ولا تفتنا بعدهم۔ اے مومنین کی بستی کے رہنے والو! تم پر سلام ہو ہم انشاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمارے اگلوں اور پچھلوں پر رحم کرے، ہم اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے طالب عافیت ہیں۔ مولیٰ! ہمیں ان کے اجر سے محروم نہ کی جیو اور ان کے بعد ہمیں فتنہ میں نہ ڈالیو۔

(۲) حضور (ﷺ) نے فرمایا: **ما من رجل یمر بقبر رجل کان یعرفه فی الدنیا فیسلم علیه الارد الله روحه حتی یرد علیه السلام۔** جب کسی شخص کا گزر کسی آشنا کی قبر پر ہوتا ہے اور وہ اس پر سلام بھیجتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کی روح اس کی طرف پھیر دیتا ہے اور وہ اپنے بھائی کے سلام کا جواب دیتا ہے۔" (اس حدیث کو امام غزالی نے بھی اپنی کتاب احیاء علوم الدین میں نقل کیا ہے۔ ص ۵۲۲ / ۴)

جناب اسماعیل دہلوی کی "صراط مستقیم" میں ہے: "وخواندن سورہ یس است کہ بقید روز جمعہ وزیارت قبر والدین وارد شدہ۔" اور ہر جمعہ کے دن والدین کی قبر پر جاکر سورۂ یٰسین کا پڑھنا اور والدین کی قبر کی زیارت کرنا (حدیث میں) وارد ہوا ہے۔ (ص ۵۵، مطبوعہ مجتبائی دہلی)

حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے "احیاء علوم الدین" میں یہ حدیث نقل کی ہے۔

"وقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم من زار قبر والدیه او احدهما فی کل جمعة غفرله وکتب برا۔" (ص ۵۲۱ / ۴، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۴ء) اس کا اردو ترجمہ جناب محمد احسن نانوتوی لکھتے ہیں۔ "اور آں حضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص ہر جمعہ کو اپنے ماں باپ خواہ ایک کی قبر کی زیارت کرے تو اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور

نیک لکھا جاتا ہے۔" (مذاق العارفین، ص ۶۳۲/۴۔ مطبوعہ نول کشور، لکھنؤ۔ فتاوی نذیریہ، ص۶۵۹/۱)

علامہ ابن قیم جوزی نے بھی "الروح" (مطبوعہ دارالحدیث مصر ۱۹۸۹ء) کے ص ۵ پر زیارت قبور کے حوالے سے وہ احادیث نقل کی ہیں جو ذکر کی جاچکی ہیں۔

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی علیہ الرحمہ کے بارے میں جناب اشرفعلی تھانوی لکھتے ہیں: "اور اکثر انتہائے سفر بسمت پیران کلیر (م۶۹۱ھ) ودہلی بغرض زیارت قطب الدین بختیار کاکی (م۶۳۴ھ) قدسنا اللہ باسرارہ ودیگر بزرگان کے کہ ان مقامات میں آسودہ ہیں، ہوتا تھا اور بمقام پانی پت واسطے زیارت حضرت شیخ شمس الدین پانی پتی و حضرت شیخ کبیر الاولیاء جلال الدین پانی پتی کے جاتے تھے۔" (امداد المشتاق، مطبوعہ اشرف المطابع تھانہ بھون ۱۹۲۹ء، ص۲۶)

شوق وطن، ص ۴۲ میں ہے: "عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ ما من رجل یزاور اخاه ویجلس عنده الا استانس به ورد علیه حتی یقوم۔ (اخرجه ابن ابی الدنیا فی کتاب المقبور) ترجمہ: حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی (مسلمان) کی (قبر کی) زیارت کرتا ہے اور اس کے پاس بیٹھتا ہے وہ اس سے مانوس ہوتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے یہاں تک کہ یہ جانے والا اٹھ کھڑا ہو۔"

اسی صفحے میں ہے: "عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ ما من احد یمر بقبر اخیه المومن کان یعرفه فی الدنیا فیسلم علیه الاعرفه ورد علیه السلام۔ (اخرجه ابن عبدالبر وصحه عبدالحق) ترجمہ: حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی مسلمان کی قبر پر گزرتا ہے جس کو

دنیا میں پہچانتا تھا اور اس کو سلام کرتا ہے وہ اس کو پہچانتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔" (عمدۃ القاری، ص ۶۹/۸۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے "احیاء علوم الدین" کے ص ۵۲۲/۴ میں ان احادیث کو نقل کیا ہے)

تھانوی صاحب لکھتے ہیں: "جو یہ بات عوام کے خیال میں جمی ہوئی ہے کہ مردے یوں ہی بے کس بے بس تنہائی میں پڑے ہوئے گھٹا کریں گے، یہ خیال غلط ہے بلکہ دنیا میں جس قدر سامان عیش کسی کے پاس ہو سکتا ہے وہ سب بلکہ اس سے زیادہ اور عمدہ عالم برزخ میں نصیب ہوگا۔" (شوق وطن، ص ۴۵)

صحیح مسلم شریف ص ۱۸۳/۱ میں ہے، امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (جنگ بدر سے ایک دن پہلے) ہمیں کفار بدر کی قتل گاہیں دکھاتے تھے کہ یہاں فلاں کافر قتل ہوگا یہاں فلاں۔ جہاں جہاں حضور نے بتایا تھا وہیں وہیں ان کافروں کی لاشیں گریں، پھر نبی پاک ﷺ کے حکم سے وہ تمام لاشیں ایک کنویں میں بھر دی گئیں، نبی پاک ﷺ وہاں تشریف لے گئے اور ان کافروں کو ان کے باپوں سمیت نام لے کر انہیں پکارا اور فرمایا تم نے بھی پایا جو سچا وعدہ اللہ اور اس کے رسول نے تمہیں دیا تھا کہ میں نے تو پا لیا جو سچا وعدہ اللہ نے مجھے دیا تھا۔ حضرت عمر نے عرض کی، یارسول اللہ (ﷺ) آپ ان جسموں سے کیوں کر کلام کرتے ہیں جن میں روحیں نہیں، فرمایا میں جو کہہ رہا ہوں اسے کچھ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے مگر انہیں یہ طاقت نہیں ہے کہ مجھے لوٹ کر جواب دیں۔ (عمدۃ القاری، ص ۲۰۱/۸)

(التذکرہ ص ۱۶۴ میں علامہ قرطبی نے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور امام غزالی نے احیاء علوم الدین میں اسے نقل کیا ہے۔ ص ۳۶۵/۱ مذاق العارفین اردو ترجمہ احیاء علوم

الدین مطبوعہ نول کشور، لکھنو، ۱۹۲۹ء۔)

حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”زیارت کبھی قبر والوں کے حق کی ادائی کے لئے ہوتی ہے۔ حدیث شریف (آنس مایکون المیت فی قبرہ اذا زارہ من کانہ یحبہ فی دارالدنیا) میں آیا ہے کہ میت کے لئے سب سے زیادہ مانوس (انس کی) حالت وہ ہوتی ہے جب اس کا کوئی پیارا آشنا (جاننے والا) اس کی قبر کی زیارت کے لئے آتا ہے، اس باب میں بہت سی احادیث ہیں۔“ (جذب القلوب مطبع نول کشور، ص ۲۱۳)

تفسیر کبیر میں ہے: ”حضور اقدس ﷺ ہر سال شہدائے احد کے مزار پر تشریف لے جاتے اور انہیں سلام کر کے یہ آیت پڑھتے: علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ اور اسی طرح خلفائے اربعہ (حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم) بھی کرتے۔“ (تفسیر کبیر، امام رازی، مطبوعہ مصر، ص ۱۷/۵/۴۵۔ عمدۃ القاری ص ۷۰/۸، مطبوعہ بیروت۔ یہی روایت تفسیر ابن جریر مطبوعہ مصر ص ۸۴/۱۳ میں ہے اور امداد الفتاویٰ، ص ۳۰/۵ میں جناب اشرف علی تھانوی نے بھی اسے نقل کیا ہے۔)

☆ امداد الفتاویٰ حصہ خامسہ، مطبوعہ اشرف المطابع، تھانہ بھون، ضلع مظفر نگر، ۱۳۴۷ھ کے ص ۲۹ میں ہے:...... ”آرے زیارت و تبرک بقبور صالحین و امداد ایشاں بامداد ثواب و تلاوت قرآن و دعاء خیر و تقسیم طعام و شیرینی امر مستحسن و خوب ست باجماع علماء و تعیین روز عرس برائے آں ست کہ آں روز مذکر انتقال ایشاں می باشد از دارالعمل بدار الثواب والا ہر روز کہ ایں عمل واقع شود بموجب فلاح و نجات است و خلف را لازم است کہ سلف خود را بایں نوع بر واحسان نمایند چناں چہ در احادیث مذکور

است کہ ولد صالح یدعو لہ و تلاوت قرآن و اہدائے ثواب را عبادت قبر قرار دادن مبنی بر کمال بلادت و افراط جہل است......"

☆ فتاویٰ عزیزی (مطبوعہ مطبع مجیدی کان پور) کے ص ۴۲۵/۱ میں ہے:

"سوال: زیارت قبور کی ترکیب ارشاد ہووے۔

جواب: جب عوام مومنین کی قبر کی زیارت کے لئے جاوے تو پہلے قبلہ کی طرف پشت کر کے اور میت کے سینہ کے سامنے مونھ کرے اور سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ اور سورۂ قل هو الله احد تین مرتبہ پڑھے اور جب مقبرہ میں جاوے تو یہ کہے السلام علیکم یا اهل الدیار من المومنین والمسلمین یغفر الله لنا ولکم وانا انشاء الله بکم لا حقون۔ یعنی سلام ہو تم لوگوں پر اے اہل دیار مومنین اور مسلمین سے، بخشش فرماوے اللہ تعالیٰ ہمارے حق میں اور تمہارے حق میں اور ہم انشاء اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔ اور اگر من جملہ اولیاء اور صلحا کے کسی بزرگ کی قبر کی زیارت کے لئے جاوے تو چاہئے کہ اس بزرگ کے سینہ کی طرف مونھ کر کے بیٹھے اور اکیس مرتبہ چار ضرب سے یہ پڑھے: سبوح قدوس ربنا ورب الملائکة والروح۔ اور سورۂ انا انزلنٰه تین مرتبہ پڑھے اور دل سے خطرات کو دور کرے اور دل کو اس بزرگ کے سینہ کے سامنے رکھے تو اس بزرگ کے روح کی برکات، زیارت کرنے والے کے دل میں پہنچیں گے۔"

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ (م ۵۰۵ھ) فرماتے ہیں: "وکان اذا حضر الی المقابر لیزورها یقول صلی اللّٰه علیه وسلم: سلاما علی اهل الدیار من المسلمین والمومنین، وانا ان شاء اللّٰه بکم لاحقون؛ انتم لنا فرط ونحن لکم تبع، اللهم اغفرلنا ولهم وتجاوز بعفوك عنا وعنهم. فکان یعلم نساء ہ

صلی اللہ علیہ وسلم. اذا خرج النساء الی المقابر یقول لھن قولوا ھذا الکلام، ویعلمھن ایاہ...... ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ما من احدمنکم یمر قبر اخیہ المومن یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الاعرفہ ورد علیہ۔" (الدرۃ الفاخرہ فی کشف علوم الآخرہ، ص ۱۱۲۔ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت۔ ۱۴۱۴ھ)

مجموعہ زبدۃ النصائح میں شائع ہونے والے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے رسالہ "ذبیحہ" میں ہے: "صالحین کی قبروں کی زیارت اور ان (کی زیارت سے) سے برکت حاصل کرنا اور ایصال ثواب، تلاوت قرآن، دعائے خیر اور تقسیم طعام وشیرینی بہت ہی اچھا اور خوب ہے اور اس پر علمائے کرام کا اجماع ہے اور عرس کے دن کا تعین اس لئے ہے کہ وہ دن ان کے دارالعمل سے دارالثواب کی طرف جانے کی یاد دہانی ویاد گیری کا ہے ورنہ جس دن بھی یہ (زیارت وایصال ثواب کا) کام ہو فلاح ونجات کا سبب ہے اور خلف (بعد والوں) کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے سلف (پہلوں) کے لئے اس طرح کی بھلائی اور نیکی کرتے رہیں...... اور ابن المنذر اور ابن مردویہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ ہر سال احد تشریف لاتے اور شہدا کی قبروں پر سلام کرتے...... امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں حضرت محمد بن ابراہیم سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ ہر سال کے شروع میں شہدا کی قبروں پر تشریف لے جاتے اور سلام کہتے اور حضور ﷺ کے بعد خلفائے کرام بھی ایسا ہی کرتے۔"

امام شعبی رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۰۴ھ) فرماتے ہیں: "کانت الانصار اذا مات لھم المیت اختلفوا الی قبرہ یقرؤن لہ القرآن: انصار کا طریقہ تھا کہ جب ان کا

کوئی وفات پا جاتا تو وہ بار بار اس کی قبر پر جاتے اور اس کے لئے قرآن پڑھتے۔"(شرح الصدور، ص ۱۳۰۔ کتاب الروح ابن قیم، ص ۱۰۔ شوق وطن، ص ۵۲ میں یہی روایت نقل کر کے تھانوی صاحب لکھتے ہیں:"میں کہتا ہوں کہ اگر ان کے اعتقاد میں قرآن کا ثواب نہ پہنچتا تو وہ قرآن نہ پڑھا کرتے اور ان کا یہ اعتقاد بلا دلیل نہیں ہے (اور ان کی دلیل بجز ارشاد نبوی کے کیا ہے؟) تو ارشاد نبوی سے قرآن کا ثواب پہنچنا ثابت ہو گیا۔")

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"آں حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی مر جاوے اور اس کو تم مٹی دے چکو تو چاہئے کہ ایک شخص تم میں سے اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو اور کہے کہ اے فلاں شخص فلانی عورت کے بیٹے! وہ سنے گا تو مگر جواب نہیں دے گا، پھر اسے دوبارہ اسی طرح پکارے، وہ سیدھا بیٹھ جاوے گا، پھر تیسری دفعہ اسی طرح کہے، وہ کہے گا کہ ارشاد کر، خدائے تعالیٰ تجھ پر رحم کرے مگر تم اس (قبر والے کے) جواب کو نہ سنو گے، پھر اس سے کہے کہ یاد کر اس چیز کو جس پر تو دنیا سے اٹھا ہے یعنی گواہی لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (ﷺ) کی اور یہ کہ تو اس بات پر راضی ہوا کہ تیرا پروردگار اللہ ہے اور دین اسلام ہے اور محمد ﷺ نبی ہیں اور قرآن امام ہے، اس لئے کہ اگر یہ اس کو سنا دو گے تو منکر اور نکیر اس (قبر والے کے) پاس سے ہٹ جاویں گے اور یوں کہیں گے کہ یہاں سے چل دو، اس شخص کے پاس ہم کیوں بیٹھیں اس کو تو حجت سکھلا دی گئی اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف سے منکر نکیر کو جواب دے گا۔ ایک شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ (ﷺ) اگر اس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو، آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ اس کو حوا کا لڑکا کہہ کر پکارے، انتہی۔" (مذاق العارفین، ص ۶۳۴ / ۴۔ احیاء علوم الدین ص ۵۲۳ / ۴۔ مجمع الزوائد، ص

۲/۳۲۴، مطبوعہ دارالفکر، بیروت)

☆ اردو ترجمہ "زیارۃ القبور" مصنفہ ابن تیمیہ میں ص ۲۷ پر ہے: "علماء کا اتفاق ہے کہ جو شخص روضہ مبارک یا انبیاء و صالحین، صحابہ یا اہل بیت وغیرہم کے مزارات کی زیارت کرے اس کو ان کا چھونا یا بوسہ دینا جائز نہیں...... اور امام احمد اور ان کے موافقین نے اس کو جائز رکھا ہے۔"

عالم مدینہ علامہ سید نورالدین سمہودی "خلاصۃ الوفاء" میں نقل فرماتے ہیں: "امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) کے فرزند امام عبداللہ (م ۲۹۰ھ) فرماتے ہیں میں نے اپنے والد گرامی سے پوچھا، کوئی شخص نبی پاک ﷺ کے منبر کو چھوئے اور بوسہ دے اور ثواب الٰہی کی امید پر ایسا ہی فعل قبر شریف کے ساتھ کرے تو (امام احمد بن حنبل نے) فرمایا اس میں کچھ حرج نہیں۔" عربی عبارت یوں ہے: و فی کتاب العلل والسئوالات لعبد اللّٰہ بن احمد بن حنبل سالت ابی عن الرجل یمس منبر النبی ﷺ تبرك بمسه وتقبيله ويفعل بالقبر مثل ذلك جاء ثواب اللّٰه تعالی فقال لا باس به۔ (وفاء الوفا، مطبوعہ بیروت، ص ۱۴۰۴/۴۔ معجم الشیوخ ذہبی، ص ۱/۴۵، حرف الالف۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری، ص ۳/۸۰۳، مطبوعہ دارالمعرفہ، بیروت۔ عمدۃ القاری، ص ۹/۲۴۱، مطبوعہ دارالفکر، بیروت۔ فیض الباری، ص ۳/۹۶)

مسند احمد، ص ۵/۴۲۲ (مطبوعہ بیروت) اور المستدرک امام حاکم، ص ۴/۵۱۵، مطبوعہ حیدر آباد، دکن اور تاریخ مدینۃ دمشق ابن عساکر ص ۵۷/۲۴۹ (مطبوعہ دارالفکر، بیروت) میں حدیث ہے کہ: اقبل مروان یوما فوجد رجلا واضعا وجهه على القبر فاخذ مروان برقبته ثم قال هل تدری ماتصنع فاقبل عليه

فقال نعم انی لم آت الحجر انما جئت رسول اللّٰه ﷺ ولم آت الحجر، سمعت رسول اللّٰه ﷺ یقول لا تبکوا علی الدین اذا ولیه اهله ولکن ابکوا علی الدین اذا ولیه غیر اهلہ۔ مروان (م ۶۵ھ) نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ رسول کریم ﷺ کی قبر انور پر مونھ رکھے قبر شریف سے لپٹا ہوا ہے، مروان نے اس شخص کی گردن پکڑ کر کہا، جانتے ہو یہ تم کیا کر رہے ہو؟ اس شخص نے مروان کی طرف مونھ کیا (تو وہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ (م ۵۲ھ) تھے) انہوں نے مروان سے کہا! (جانتا ہوں کہ کیا کر رہا ہوں) میں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا، میں تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا، دین پر نہ روؤ جب اس کا والی اس کا اہل ہو، ہاں دین پر روؤ جب نااہل اس کا والی ہو۔ (یعنی میں اپنے آقا کے پاس آیا ہوں اور ان سے لپٹ کر ان کی آغوش میں اپنا مونھ رکھ کر رو رہا ہوں۔ اس مروان کو وہ یہ جواب دے رہے تھے کہ تو نااہل ہے)۔

ابن عساکر نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو درداء عویمر بن زید بن قیس رضی اللہ عنہ (م ۳۲ھ) سے روایت کیا کہ "حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ (م ۲۰ھ) نے (جو ملک شام کو چلے گئے تھے) نبی پاک ﷺ کو (خواب میں) دیکھا کہ نبی پاک ﷺ ان (بلال) سے فرماتے ہیں، یہ کیا بے رخی ہے اے بلال! کیا وہ وقت نہیں آیا کہ تم میری زیارت کو آؤ؟ حضرت بلال جاگے تو غم گین اور ڈرے ہوئے تھے، پس زیارت کا ارادہ کر کے مدینہ جانے کے لئے سوار ہوئے، رسول کریم ﷺ کی قبر اقدس پر حاضر ہو کر روئے اور اپنا مونھ قبر شریف پر ملتے تھے۔" (وفاء الوفاء مطبوعہ بیروت ص ۱۳۵۶/۴۔ سیر اعلام النبلاء، ص ۲۲۲/۳) امام سمہودی فرماتے ہیں کہ حضرت بلال نے رسول کریم ﷺ کی قبر انور پر اپنے دونوں رخسار رکھے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنا

دایاں ہاتھ قبر پر رکھتے اور اسمٰعیل تیمی سے نقل کیا کہ ابن المنکدر (تابعی) کو کوئی ایسی مصیبت ہوتی کہ کلام نہ کرپاتے تو وہ کھڑے ہو جاتے اور نبی پاک ﷺ کی قبر شریف پر اپنا رخسار (گال) رکھتے، کسی نے انہیں ٹوکا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نبی پاک ﷺ کی قبر سے شفا حاصل کرتا ہوں۔" (وفاء الوفاء مطبوعہ بیروت، ص۱۴۰۶/۴) اسی کتاب میں علامہ سمہودی نے امام ابو عبداللہ محمد ابن ابی الصیف اور محبّ طبری سے بھی نقل کیا کہ اولیاء اللہ کے مزارات کو بوسہ دینا جائز ہے۔ (فتح الباری، ص ۳۸۰/۳۔ عمدۃ القاری، ص۲۴۱/۹)

کنز العمال مطبوعہ حیدر آباد دکن جلد دوم کے ص ۲۴۸ پر ہے: "حضرت علی کرم اللہ وجہہ (م ۴۰ھ) سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی وفات شریف کے تین دن بعد ایک اعرابی آیا، وہ رسول کریم کی وفات شریف سے بہت غم زدہ ہوا، قبر شریف پر آیا اور رسول کریم ﷺ کی قبر انور پر (شدت غم کی وجہ سے) گر گیا، قبر شریف کی خاک اپنے چہرے پر ڈالتا تھا اور کہتا تھا آپ نے فرمایا تو ہم نے سنا آپ کا فرمانا اور آپ نے اللہ سے سنا ہم نے آپ سے سنا اور جو کلام آپ پر نازل ہوا اس میں ہے کہ **ولو انھم اذ ظلموا انفسھم** الخ اور بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور آپ کے پاس آیا ہوں آپ میرے لئے استغفار فرمائیں تو قبر رسول سے آواز آئی اللہ نے تجھے بخش دیا۔" (تفسیر المدارک اور تفسیر خزائن العرفان میں بھی یہ واقعہ درج ہے)

حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی اپنی کتاب "جاء الحق" میں عالم گیری کے حوالے سے لکھتے ہیں: **لا باس بتقبیل قبر والدیه، کذافی فی الغرائب،** اپنے ماں باپ کی قبریں چومنے میں حرج نہیں۔" (ص۲۷۱) اس موضوع پر حضرت مولانا شائستہ گل نے اپنے رسالہ "**جواز التقبیل والانحناء للمسلمین والفضلاء**" (مطبوعہ ضلع

مردان) میں متعدد روایات نقل کی ہیں۔

☆ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ رحمتہ القوی (م ۱۳۴۰ھ) فرماتے ہیں کہ عالم گیری میں ہے کہ قبروں پر گلاب وغیرہ کے پھول رکھنا اچھا ہے اور ردالمحتار میں ہے کہ پھول جب تک تر و تازہ رہتا ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کر کے میت کا دل بہلاتا ہے اور خدا کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے، اس بات سے اور حدیث شریف کے اتباع کے لحاظ سے اس کا (مندوب) پسندیدہ ہونا ثابت ہوتا ہے اسی پر اس کا قیاس بھی ہوگا جو ہمارے زمانے میں آس وغیرہ کی شاخیں رکھنے کا دستور ہے۔ (ردالمحتار مطبوعہ مصر ص ۶۰۷/۱)۔ فاضل بریلوی مزید فرماتے ہیں: اگر بتی قبر کے اوپر رکھ کر نہ جلائی جائے، اس میں سوء ادب اور بدفالی ہے، ہاں قبر کے قریب خالی زمین پر رکھ کر سلگائیں کہ خوش بو محبوب ہے۔ فرماتے ہیں: اگر بتی جلانا اگر تلاوت قرآن کے وقت تعظیم قرآن کے لئے ہو یا وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوں، ان کی ترویح کے لئے ہو تو مستحسن ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”اور پھول اور خوش بو کی چیز قبر پر رکھنا اس سے ماخوذ ہے کہ میت کے کفن میں کافور وغیرہ خوش بو کی چیزیں لگانا شرعاً ثابت ہے، خوش بو کی چیز قبر پر رکھنے سے میت کو سرور ہوتا ہے۔“ (ص ۲۲۸/ا۔ فتاوی عزیزی)

میرے والد گرامی مجدد مسلک اہل سنت خطیب اعظم حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی علیہ رحمتہ الباری (م ۱۴۰۴ھ) اپنے رسالہ ”ثواب العبادات الی ارواح الاموات“ کے ص ۱۷ پر فرماتے ہیں: ”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا کہ ان دونوں قبر والوں کو عذاب ہو

نیز یہاں سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قبروں پر پھول ڈالنا جائز ہے کیوں کہ کھجور کی تر شاخوں کی طرح تر و تازہ پھول وغیرہ بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتے ہیں۔

بعض لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے شاخیں اس لئے رکھیں کہ ان سے عذاب میں تخفیف ہو جائے تو تم جو اولیاء اللہ کی قبروں پر پھول ڈالتے ہو تو معلوم ہوا کہ تم ان کو گرفتار عذاب سمجھتے ہو اور اس لئے پھول ڈالتے ہو کہ ان کے عذاب میں کمی ہو جائے، تو اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ تسبیح صرف ان لوگوں ہی کو مفید نہیں جو گرفتار عذاب ہوں بلکہ ان کو بھی مفید ہے جو غریق رحمت ہوں، اگر تسبیح گرفتار عذاب کے لئے تخفیف عذاب کا باعث ہے تو غریق رحمت کے لئے خوشی و مسرت اور رفع درجات کا باعث ہے، چناں چہ بہت سے صحابہ کرام اور بزرگان دین نے بوقت وفات وصیتیں کی ہیں کہ ہماری قبروں پر کھجور کی تر شاخیں رکھا کرنا، نہیں معلوم یہ منکرین ان پاک لوگوں کے متعلق کیا گمان کریں گے؟"

جناب اشرف علی تھانوی "التکشف" کے ص۶۳۹ پر لکھتے ہیں: حضرت ابو بریدہ سے روایت ہے کہ انہوں نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں کھجور کی رکھ دی جاویں۔ روایت کیا اس کو بخاری نے ترجمہ الباب میں۔ ف: درخت نشاندن برائے تسبیح، بعض لوگوں کی درخت لگانے سے یہ نیت ہوتی ہے کہ اس کے ذکر و تسبیح سے میت کو نفع وانس ہو گا، اس حدیث سے اس کی اصل نکلتی ہے۔)

ردالمحتار مطبوعہ مصر، ص ۶۰۶/۱، اور فتاویٰ قاضی خاں مطبوعہ نول کشور لکھنو کے ص ۱۹۵/۱ میں ہے: واللفظ الخانیه یکره قطع الحطب والحشیش من المقبرة فان کان یا بسا لا باس به لانه مادام رطبا یسبح فیونس المیت و تنزل بذکره الرحمه۔ چوب و گیاہ سبز کام مقبرہ سے کاٹنا (مکروہ) ناپسندیدہ ہے اور

خشک ہو تو کوئی حرج نہیں کیوں کہ جب تک وہ تر رہتی ہے اللہ کی تسبیح کرتی ہے تو اس سے میت کا جی بہلتا ہے اور اس کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے۔ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: مجمع البرکات میں مطالب المومنین اور کنزالعباد و فتاوی غرائب وغیرہا میں ہے: وضع الورد والرياحين على القبور حسن لانه مادام رطبا يسبح ويكون للميت انس بتسبيحه۔ گلاب کے اور خوش بو والے پھول قبروں پر ڈالنا اچھا ہے کہ جب تک تازہ رہیں گے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریں گے اور میت کو ان کی تسبیح سے انس حاصل ہوگا۔ (فتاوی ہندیہ، مطبوعہ پشاور، ص۳۵۱/۵)

بزرگوں کے مزارات پر پھول ڈالنا یا ان کی قبر شریف کے گرد عمارت بنانا یا ان پر چراغ روشن کرنے کے بارے میں علمائے اسلام فرماتے ہیں: تعظيما روح المشرقة على تراب جسده۔ یعنی ان کی روح کی تعظیم کی جاتی ہے اور لوگوں کو دکھایا جاتا ہے کہ یہ مزار محبوب کا ہے۔ (الحدیقہ الندیہ، ص۶۳۰/۲)

☆ حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "صالحین اپنے زائرین کے ادب کے مطابق ان کی بے پناہ مدد فرماتے ہیں۔"

(اشعۃ اللمعات، ص۷۰۲/۱)

جناب اشرفعلی تھانوی اپنی کتاب "التکشف" (مطبوعہ سجاد پبلشرز، لاہور) کے ص ۶۶۳ میں حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں: "ف: ادب موتی کالا حیاء، بزرگوں نے لکھا ہے کہ ہر مردہ کی قبر پر حاضر ہو کر اس کا اتنا ادب کرے کہ جتنا حالت حیات میں کرتا تھا۔"

☆ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) "فیوض الحرمین" میں لکھتے ہیں: "کامل بندے کا جب انتقال ہوتا ہے تو نہ وہ خود گم ہوتا ہے نہ ہی اس کا کمال بلکہ بدستور اپنے

حال پر رہتے ہیں۔"

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اپنے فتاویٰ میں سیدی محمد عبدری کا قول نقل فرماتے ہیں: "زائر ان کی بارگاہ میں حاضر ہو اور اس پر متعین ہے کہ دور دراز سے ان کی زیارت کا قصد و ارادہ کرے، پھر جب ان کی بارگاہ میں حاضری اور باریابی کا شرف حاصل ہو تو لازم ہے کہ عاجزی وانکساری، مسکینی و فقیری، محتاجی و فاقہ و بے چارگی اور فروتنی و فرماں برداری سے متصف ہو (یعنی ان کو اپنائے) اور ان اہل اللہ کی بارگاہ میں فریاد کرے، ان سے اپنی حاجت روائی چاہے اور یقین کرے کہ ان کی برکت سے قبولیت ہو گی کیوں کہ وہ (اللہ کے پیارے) اللہ تعالیٰ کے کھلے دروازے ہیں اور اللہ کریم کی سنت جاری ہے کہ ان کے ہاتھ پر ان کی برکت سے لوگوں کی حاجت روائی ہوتی ہے۔" (المدخل، فصل فی زیارۃ القبور، ص ۲۵۲/۱۔ مطبوعہ بیروت)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں: "(چاہیے کہ) ان (اہل اللہ) کی قبروں کی زیارت کو جائے اور وہاں (جا کر ان سے خیر کی) بھیک مانگے۔" (ہمعات، مطبوعہ حیدر آباد، ص ۳۴)

قارئین کرام! اللہ تعالیٰ جل شانہ ہمارا خالق و مالک اور صرف وہی ہمارا معبود ہے، اس کے سوا کوئی متصرف حقیقی اور ذاتی و حقیقی مستعان نہیں، اللہ کریم نے اپنی مخلوق میں جس کسی کو جو کمال اور جس خصوصیت سے نوازا، وہ اس کی عطا اور اس کا فضل ہے، وہ اپنے پیاروں کے ذریعے اپنی مخلوق کو فیض پہنچاتا ہے، اللہ والوں سے اللہ تعالیٰ ہی کا فیض و کرم اور اللہ تعالیٰ ہی کی رحمت و برکت کائنات کو پہنچ رہی ہے۔

ہم قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے ساتھ ساتھ قرآن و سنت کے پابند علماء و اولیاء کے اقوال و افعال کو بھی اسلامی تعلیمات ہی کی روشنی میں مانتے اور قبول کرتے

ہیں اور اہل اللہ (اللہ والوں) کی تعظیم و تکریم اور ان سے محبت و عقیدت بھی اسلامی تعلیمات کے مطابق رکھتے ہیں۔ اللہ والوں کی ذات و صفات، ان کے کمالات وغیرہ ہمارے معبود کریم اللہ تعالیٰ کے مظاہر قدرت ہیں۔ اللہ والوں کے آستانے، ان کے مزارات وغیرہ اللہ کریم ہی کی رحمتوں برکتوں کے مراکز ہیں۔ یہ ہستیاں اور ان کی بارگاہیں رجوع الی اللہ ہی کے کشادہ در ہیں۔ اللہ والے وہ ہستیاں ہیں جن کے راستے اور طریق پر چلنے کی ہم نماز کی ہر رکعت میں دعا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے یہی دعا ہے کہ وہ ہمیں شریعت و سنت کا پابند رکھے اور عند اللہ جو حق ہے ہم اسی کے قائل و قابل اور عامل رہیں۔

رسول کریم ﷺ، ان کے اصحاب و اہل بیت، ان کی امت کے اولیاء و علمائے حق سے ہمارا رشتہ عقیدت و محبت اللہ کے لئے ہے اور سرمایہ ایمان و ذریعہ نجات ہے۔ اللہ کریم اسے پختہ اور قائم رکھے۔

اس فقیر نے قبر کے احکام و آداب بھی کسی قدر تحریر کئے ہیں اور کوشش کی ہے کہ اس موضوع پر ضروری باتیں جمع ہو جائیں، اپنی ہر کوتاہی و غلطی پر اللہ کریم سے طالب عفو و درگزر ہوں اور آپ سب سے نیک دعائیں چاہتا ہوں۔ اللہ کریم میری اس کاوش کو سبھی کے لئے مفید و نافع فرمائے۔ آمین

وصلی الله علیٰ حبیبه سیدنا محمد وآله و اصحابه و بارك وسلم

کراچی　　　　　　　　فقیر کوکب نورانی اوکاڑوی غفرلہ

جمعۃ المبارک ۴/فروری ۲۰۰۰ء کو روزنامہ "امت"، کراچی کی اشاعت میں شامل
جناب محمد اسحٰق کی یہ تحریر ہدیہ قارئین ہے۔

مذہب کی سچائی اور اچھائی کی سب سے بڑی دلیل عام فہم ثبوت اور ناقابل انکار "مشاہدہ" ہے ہم بھی صداقت اسلام پر اپنے ہی زمانہ کا ایک "مشاہدہ" پیش کر رہے ہیں۔

قصبہ سلمان پاک، جو بغداد سے ۴۰ میل کے فاصلے پر ہے، زمانہ قدیم میں جس کا نام "مدائن" تھا جہاں اکثر صحابہ کرامؓ گورنری کے عہدے پر فائز رہے ہیں۔ یہاں ایک شاندار عمارت میں، حضرت سلمان فارسیؓ مشہور صحابی کا مزار اقدس ہے اور آپؓ کے گنبد مزار سے متصل نبی آخرالزماں ﷺ کے دو جلیل القدر صحابہ کرام حضرت حذیفہ بن الیمان اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مزارات مقدسہ ہیں۔ ان دونوں مقدس صحابہؓ کے مزارات پہلے سلمان پاک سے دو فرلانگ کے فاصلہ پر ایک غیر آباد جگہ پر واقع تھے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں فیصل اول شاہ عراق سے فرمایا "ہم دونوں کو موجودہ مزاروں سے منتقل کر کے دریائے دجلہ سے تھوڑے سے فاصلہ پر دفن کر دیا جائے اس لئے کہ میرے مزار میں پانی آ گیا ہے اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار میں نمی شروع ہو گئی ہے!"

شاہ عراق یہ خواب مسلسل دو راتوں میں دیکھتے رہے، تیسری شب حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مفتی اعظم عراق کو بھی خواب میں یہی ہدایت فرمائی اور بتلایا"...... ہم دو راتوں سے بادشاہ سے کہہ رہے ہیں لیکن اس نے اب تک اس کا انتظام نہیں کیا ہے اب یہ تمہارا کام ہے کہ اس کو متوجہ کر کے اس کا فوراً انتظام کراؤ۔" چنانچہ اگلے روز صبح ہی کو عراق کے مفتی اعظم نوری السعید پاشا وزیر اعظم کو ہمراہ لے کر بادشاہ سے ملے اور مفتی اعظم نے بادشاہ سے اپنا خواب بیان کیا شاہ فیصل نے کہا۔ "میں بھی دو راتوں سے خواب میں یہی دیکھ رہا ہوں ...... آپ مزارات کھولنے کا فتویٰ دے دیں تو میں اس کی تعمیل کے لئے تیار ہوں ...... اور جب عراق کے مفتی اعظم نے مزارات کے کھولنے اور جسد خاکیوں کو منتقل کرنے کا فتویٰ دے دیا تو یہ فتوی اور شاہی فرمان دونوں اس اعلان کے ساتھ عراقی اخبارات میں شائع کر دیئے گئے کہ بروز عید قرباں بعد نماز ظہر ان دونوں صحابہ کرامؓ کے مزارات کھولے جائیں گے۔

عراقی اخبارات میں یہ اعلان شائع ہونا تھا کہ تمام دنیائے اسلام میں یہ خبر بجلی کی طرح پھیل گئی رائٹر اور دوسری خبر رساں ایجنسیوں نے اس خبر کو تمام دنیا میں پہنچا دیا، حسن اتفاق دیکھئے کہ ان دنوں موسم حج ہونے کے باعث تمام دنیا سے مسلمان حج کے لئے حرمین الشریفین میں جمع ہو رہے تھے، جب انہیں یہ حال معلوم ہوا تو انہوں نے شاہ عراق سے یہ خواہش ظاہر کی کہ یہ مزارات مقدسہ حج کے چند روز بعد کھولے جائیں تا کہ حج کے لئے آنے والے مسلمان بھی اس میں شریک ہو سکیں۔ اسی طرح حجاز، مصر، شام، لبنان، فلسطین، ایران، بلغاریہ، افریقہ، ہندوستان اور دوسرے بہت سے ممالک سے شاہ عراق کے نام بے شمار تار پہنچے کہ ہم بھی اس تقریب میں شریک ہونا چاہتے ہیں مہربانی فرما کر مقررہ تاریخ چند روز کے لئے بڑھا دی جائے۔ چنانچہ دنیا بھر کے مسلمانوں کی خواہش پر یہ دوسرا فرمان جاری کیا گیا کہ اب یہ رسم حج کے دس روز بعد ادا کی جائے گی اور اس

کے ساتھ خواب میں صاحب مزارات کی عجلت کی تاکید کے پیش نظر احتیاطی تدابیر بھی کی گئیں کہ پانی مزارات تک پہنچنے نہ پائے۔

دوشنبہ کے دن بارہ بجے کے بعد لاکھوں...... انسانوں کی موجودگی میں یہ دونوں مزارات کھولے گئے تو معلوم ہوا کہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار اقدس میں...... پانی آچکا تھا اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار میں نمی پیدا ہو چکی تھی۔ حالانکہ دریائے دجلہ وہاں سے کم از کم دو فرلانگ دور تھا۔

تمام ممالک کے سفیر اور عراق کے تمام ارکان حکومت اور شاہ فیصل کی موجودگی میں پہلے حضرت حذیفہؓ کی نعش مبارک کو کرین کے ذریعہ زمین سے اس طرح اوپر اٹھایا گیا کہ مقدس نعش، کرین کے ساتھ رکھے ہوئے اسٹریچر پر خود بخود آگئی، پھر کرین سے اسٹریچر کو علیحدہ کر کے شاہ فیصل، مفتی اعظم عراق، وزیر مختار جمہوریہ ترکی اور شہزادہ فاروق ولی عہد مصر نے کندھا دیا اور یہ نعش اقدس بڑے احترام سے شیشے کے تابوت میں رکھ دی گئی پھر اسی طرح حضرت جابر بن عبداللہؓ کی نعش مبارک کو مزار سے باہر نکالا گیا نعش ہائے مبارک کے کفن اور ریش کے بال تک بالکل صحیح حالت میں تھے ان مقدس نعشوں کو دیکھ کر یہ اندازہ ہرگز نہیں ہوتا تھا کہ یہ چودہ سو سال قبل کی نعشیں ہیں بلکہ یہ گمان ہوتا تھا کہ شاید انہیں رحلت فرمائے ہوئے دو تین گھنٹے سے زیادہ نہیں گزرے، سب سے عجیب بات یہ تھی کہ ان دونوں حضرات کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور آنکھوں میں اتنی زیادہ چمک تھی کہ بہت سے لوگوں نے چاہا کہ ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھیں لیکن ان کی نظریں ان مقدس آنکھوں کی نورانی چمک سے ٹھہر تی ہی نہ تھیں ٹھہر بھی کیسے سکتی تھیں۔

دنیا کے بڑے بڑے ڈاکٹر یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ ایک جرمن ماہر چشم جو بین الاقوامی شہرت کا مالک تھا اس تمام کارروائی میں بڑی دلچسپی لے رہا تھا اس نے یہ منظر دیکھا تو اس سے اتنا متاثر ہوا کہ ابھی نعش ہائے مبارک تابوتوں میں رکھی ہوئی تھیں کہ آگے بڑھ کر مفتی اعظم عراق کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا "آپ کے مذہب اسلام کی حقانیت اور صحابہ کرامؓ کی بزرگی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے؟ میں مسلمان ہوتا ہوں۔"

اس موقع پر ایک جرمن فلم ساز کمپنی نے ہر ملک سے آئے ہوئے مشتاقانِ دید پر یہ احسان کیا کہ اس نے شاہ عراق کی منظوری سے اپنے خرچ پر عین مزارات کے سامنے دو سو فٹ بلند فولاد کے چار کھمبوں پر تیس فٹ لمبا اور بیس فٹ چوڑا ٹیلی ویژن اسکرین لگا دیا جس سے یہ فائدہ ہوا کہ ہر شخص اپنی جگہ کھڑے رہ کر بھی مزارات مقدسہ کے کھلنے کے وقت سے آخر وقت تک کی تمام کارروائی بخوبی اور اطمینان سے دیکھتا رہا۔

دوسرے دن بغداد کے سینماؤں میں اس واقعہ کی فلم دکھائی گئی اس واقعہ کے فوراً بعد بغداد میں کھلبلی مچ گئی اور بے شمار یہودی اور نصرانی خاندان کسی جبر کے بغیر جوق در جوق مسجدوں میں قبول اسلام کے لئے آنے لگے۔

یہ "معجزہ" اگلے زمانے کا تاریخی واقعہ نہیں بلکہ یہ ہمارے ہی زمانے کا آنکھوں دیکھا حال ہے، اس کو زیادہ عرصہ بھی نہیں گزرا، ۱۹۳۲ء میں اس معجزہ کا ظہور ہوا ہے اور اس کو ہر مذہب و ملت اور ہر ملک کے بے شمار اشخاص نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، دنیا کے تمام اخباروں نے جلی عنوانات سے اس واقعے کو شائع کیا تھا اور اس کے ہر جگہ چرچے رہے تھے یہ مزارات مقدسہ معمولی لوگوں کے بھی نہ تھے یہ نبی آخرالزماں محمد رسول اللہ ﷺ کے دو مشہور و معروف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مزارات تھے۔

اس کتاب کے بیرونی سر ورق کے دونوں طرف جن مقدس ہستیوں کے مزارات و مقابر کی تصاویر شائع کی گئی ہیں، ان کے مبارک اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) حضور سیدنا رسول کریم ﷺ (مدینہ منورہ)

(۲) حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام (الخلیل)

(۳) حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام (القدس)

(۴) حضرت سیدنا یحیٰی علیہ السلام (دمشق)

سر ورق کی پشت پر

(۵) ام النبی حضرت سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا (ابواء شریف)

(۶) ابوالنبی حضرت سیدنا عبداللہ سلام اللہ علیہ (مدینہ منورہ)

(۷) عم النبی حضرت سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (احد، مدینہ منورہ)

(۸) مزار شریف سید الشہداء حضرت سیدنا حمزہ کا بیرونی منظر (انہدام سے قبل)

(جبل احد، مدینہ منورہ)

(۹) قبر شریف سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ (انہدام سے قبل) (جبل احد مدینہ منورہ)

(۱۰) سبز گنبد تلے بتائی جانے والی حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر مقدس (مسجد نبوی، مدینہ منورہ)

(۱۱) حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا (مدینہ منورہ)

(۱۲) ام المومنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (انہدام سے قبل)

(جنت المعلیٰ، مکہ مکرمہ)

(۱۳) حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جنۃ البقیع مدینہ منورہ)

(۱۴) سیدنا رسول کریم ﷺ کی صاحب زادیاں۔ حضرت سیدہ زینب، حضرت سیدہ رقیہ، حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہن (جنت البقیع، مدینہ منورہ)

(۱۵) مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع کا انہدام سے قبل منظر

(۱۶) مکہ مکرمہ کے قبرستان جنت المعلیٰ کا انہدام سے قبل منظر

(۱۷) حضرت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (دمشق)

(۱۸) حضرت سیدہ زینب بنت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما (دمشق)

(۱۹) حضرت سیدہ سکینہ بنت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما (دمشق)

(۲۰) حضرت سیدہ رقیہ بنت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما (کوفہ، عراق)

(۲۱) حضرت امام محمد بن اسمٰعیل بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بخارا)

(۲۲) حضرت مولانا محمد جلال الدین رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (قونیا، ترکی)

(۲۳) حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی رحمتہ اللہ علیہ (دمشق)


قبر
جنة البقيع قديما